رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ÷ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی ÷ پس اتباعاً للنص المذکور ÷ صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّیٰ بہ

الہادی

ذوالحجہ ۱۳۴۲

نمبر ۱۲	بابت ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ	جلد ۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکرست در ہر مجلس و نادی

و ممکن ست برائے ہر جائع و صادی ÷ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و مصالح عقلیہ و کلید مثنوی و تشرف کہ اکثر آں مستفاد ست از درگاہ ارشادی

یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ÷ بادارۃ محمد عثمان عامی ÷ در ہر ماہ اسلامی

در مطبع محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ بھہ کلاں دہلی ارزندہ و بر صدق رہبر دد

لہ: التقیہ امام ماخوذ من الحدیث قس بینا کتاب اللہ و قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ جو

بہ برکت دعا حکیم الامتہ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائٹیل کے ڈھائی جز سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ عہ ہے

(۴) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریدان کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے عہ کا وی۔ پی روانہ ہوگا۔ جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور عہ کا وی۔ پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے۔ دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی جمادی الاول سنہ ۱۳۴۳ھ سے بھیجے جائینگے۔ اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائنگے۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

(یعنی بخاری مسلم وغیرہ ذکر عدد غسل وضو کا نہیں ہے)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میری امت بروز قیامت روشن چہرہ روشن ہاتھ پیر بلائے جاینگے آثار وضو کی وجہ سے پس جو کوئی تم میں سے اپنی روشنی اور چمک دراز کرسکے کرے اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جملہ روشنی کو دراز کرے جو کرسکے یہ ابوہریرہ کا کلام ہے حدیث میں داخل کیا گیا ہے (دہوگے سے) یہ کلام حضرت ابوہریرہ پر موقوف ہے اسکا اکثر حفاظ نے ذکر کیا ہے اللہ اعلم۔

اور مسلم میں ابی حازم کی روایت سے یہ ہی کہتے ہیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا اور وہ نماز کے واسطے وضو کرتے تھے اپنے ہاتھونکو بغلوں تک دہورہے تھے۔ میں نے عرض کیا اے ابوہریرہ یہ کیسا وضو ہے فرمانے لگے اے بنی فروخ تم یہاں ہو اگر میں جانتا کہ تم یہاں ہو تو میں ایسا وضو نہ کرتا میں نے اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ فرماتے تھے (جنت میں) زیور مومنوں کا وہاں تک پہنچے گا جہانتک وضو کا پانی پہنچیگا اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسی کے قریب روایت کیا ہے مگر انھوں نے روایت کیا کہ ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ زیور پانی وضو کی جگہ تک پہنچے گا۔

ف بغلوں تک وضو کرنا اس فضیلت کی بنا پر یہ اجتہاد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے ورنہ وضو کا کامل کرنا یہ ہے کہ مواضع وضو پر کامل طور پر پانی پہنچانا ہے نہ کہ کسی عضو زاید کو دہونا واللہ اعلم بالصواب۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم عن قریب لاحقون۔ ترجمہ السلام علیکم اے قوم مومنین کے گھر والو اور ہم بھی اگر اللہ نے چاہا عنقریب تم سے ملنے والے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ ہم اپنے بھائیونکو دیکھ لیتے صحابہ نے عرض کیا اور ہم جناب کے بھائی نہیں ہیں یارسول اللہ فرمایا تم تو میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے صحابہ نے عرض کیا آپ کی اُمت میں سے ابتک نہیں آئے ہیں انکو جناب کیونکر

پہچان لینگے آپ نے فرمایا تم ہی بتاؤ اگر ایک شخص کے سفید چہرہ سفید ہاتھ پیر والے گھوڑے بالکل سیاہ گھوڑوں میں ملے جلے ہوں کیا وہ اپنے گھوڑونکو نہیں پہچانے گا۔ اصحاب نے عرض کیا بیشک پہچان لے گا آپ نے فرمایا وہ لوگ تو روشن چہرہ روشن ہاتھ پیر وضو کی وجہ سے آئینگے اور میں حوض پر پہلے پہنچکر اونکا منتظر ہونگا اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیونکر پہچانینگے ان لوگوں کو کہ جناب نے دیکھا نہیں ہے امت میں سے فرمایا وہ روشن چہرہ روشن ہاتھ پیر ابلق ہونگے آثار وضو کی جہت سے اسکو ابن ماجہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور امام احمد اور طبرانی نے عمدہ اسناد کے ساتھ اسی کے مثل ابو امامہ سے روایت کیا۔

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت میں پہلا اون لوگوں کا ہونگا جنکو سجدہ کرنے کی اجازت دیجائے گی اور میں اول اون لوگوں کا ہونگا جن کا سجدہ سے سر اٹھایا جائیگا۔ بس میں اپنے سامنے دیکھکر اپنی امت کو اور امتوں کے درمیان میں پہچان لونگا اور اپنے پیچھے بھی اسیطرح اور داہنے بھی اسیطرح اور بائیں بھی اسیطرح ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کی اُمت سے لیکر اپنی امت تک کیونکر اپنی اُمت کو پہچانینگے فرمایا وہ روشن چہرہ روشن ہاتھ پیر ہوں گے۔ اثر وضو کی وجہ سے انکے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور میں یوں بھی پہچانونگا کہ وہ اپنے نامہ اعمال داہنے ہاتھوں میں دیئے جاینگے اور یوں بھی اونکو پہچان لونگا کہ انکی اولاد اونکے آگے دوڑتی ہوگی اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد میں ابن لہیعہ ہیں اور یہ حدیث متابعت میں حسن ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مسلمان یا مومن جبکہ وضو کرتا ہے پس مونہہ دہوتا ہے اوسکے چہرہ سے سب خطائیں نکلجاتی ہیں جنکی طرف اوسنے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے پانی کے ساتھ فرمایا آخر قطرہ پانی کے ساتھ پھر جب ہاتھ دہوتا ہے اوسکے ہاتھوں سے تمام وہ خطائیں نکلجاتی ہیں

جنکو دونوں ہاتھوں نے پکڑا ہے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ پھر جب دونوں پیر دہوتا ہے کل خطائیں نکلجائینگی جنکی طرف پیروں سے چلا ہے پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کیساتھ یہانتک کہ گناہوں سے بالکل صاف نکل جاتا ہے اسکو امام مالک و مسلم و ترمذی نے روایت کیا ہے اور مالک اور ترمذی نے پیرونکے دہونے کو نہیں بیان کیا ہے۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھا وضو کیا اسکے تمام گناہ اسکے جسم سے نکلجاتے ہیں یہانتک کہ ناخونوں کے نیچے بھی نکلجاتے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مثل اپنے اس وضو کے کرتے ہوئے دیکھا پھر فرمایا جو شخص ایسا وضو کرے اسکے سب پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اسکی نماز اور مسجد کو جانا نفع میں رہجاتا ہے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسائی نے مختصر روایت کیا ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ وضو عمدہ کرتا ہو اور اسکے وہ گناہ نہ بخشے جاتے ہوں جو اوس وضو اور دوسری نماز کے درمیان میں کئے ہیں یہانتک کہ وہ نماز ادا کرے اور اسکی اسناد شرط شیخین پر ہے اور اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں مختصر امثل روایت نسائی روایت کیا ہے اور اسکو ابن ماجہ نے بھی بالاختصار روایت کیا ہے اور آخر میں زیادہ کیا ہے کہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کوئی شخص دہوکہ میں نہ پڑے اور نسائی کے ایک لفظ یہ ہیں فرمایا جس شخص نے وضو کو تمام کیا جیسا کہ اللہ تعالے نے حکم کیا ہے تو پانچوں نمازیں اپنے درمیان کے گناہوں کے واسطے کفارہ ہوجاتی ہیں۔

۹۱

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عمدہ طرح سے وضو کیا پھر فرمایا جس کسی نے مجھ جیسا وضو کیا پھر مسجد میں آیا اور دو رکعتیں پڑہیں پھر بیٹھا اسکے تمام گناہ جو پہلے کئے ہیں بخشے جاوینگے کہنے لگے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دہوکہ میں نہ پڑجانا اسکو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے پانی منگایا اور وضو کیا پھر

ہنسے پھر اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ تم مجھسے پوچھتے نہیں ہو مجھکو کس امر نے ہنسایا لوگوں نے کہا
آپ کو کس امر نے ہنسایا اے امیرالمومنین فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ
جناب نے مجھ جیسا وضو کیا پھر آپ ہنسے تب فرمایا تم مجھ سے دریافت نہیں کرتے کہ آپ کو کس امر
نے ہنسایا تب اصحاب نے عرض کیا آپکو کس امر نے ہنسایا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا جب
بندہ پانی منگا کر منہ دہوتا ہے اللہ تعالے اوسکے وہ تمام گناہ جو اوسکو چہرہ سے پہنچے تھے گرا دیتا
ہے پھر جب دونوں ہاتھوں کو دہوتا ہے تب بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور جب پیر اونکو پاک کرتا ہے
تب بھی ایسا ہی ہوتا ہے اسکو امام احمد نے سند جید سے اور ابو یعلے نے روایت کیا ہے اور اسی کو
بزار نے اسناد صحیح سے روایت کیا ہے اور یہ زیادہ کیا ہے کہ جب سر کا مسح کرتا ہے تب بھی
ایسا ہی ہوتا ہے۔ **ف** معلوم ہوا کہ ہنسنے کا سبب گناہوں کی معافی تھی۔

اور حضرت حمران رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ
عنہ نے وضو کا پانی منگایا اور آپ سخت سردی کی رات میں نماز کے واسطے تشریف لیجانے کا ارادہ
فرماتے تھے میں انکے پاس پانی لایا آپ نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دہوئے آپ کو اللہ کافی ہے۔
اور رات سخت سردی والی ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے
تھے جو کوئی وضو کو کامل طور پر کرتا ہے ضرور اللہ تعالے اسکے پہلے پچھلے گناہ بخش دیتے ہیں۔
اسکو بزار نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا بعضے آدمی میں نیک خصلت ہوتی ہے اوسکی وجہ سے اللہ تعالے اوسکے تمام عمل نیک کر دیتا
ہے اور آدمی کا پاکی کرنا نماز کے واسطے یعنی وضو کرنا اللہ تعالے اسکی پاکی کے ساتھ اوسکے گناہوں کا
کفارہ کر دیتا ہے اور نماز اسکے واسطے زاید بچ رہتی ہے (یعنی ترقی درجات کے واسطے کفارہ سے
زاید بچ رہتی ہے) اسکو ابو یعلے نے اور بزار اور طبرانی نے اوسط میں بشار بن حکم کی روایت سے
روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ صنابحی رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ وضو کرتا ہے پس کلی کرتا ہے اوسکے مونہہ سے گناہ نکلجاتے ہیں

پھر جب ناک جھاڑتا ہے اوسکی ناک سے گناہ نکلجاتے ہیں پھر جب چہرہ دھوتا ہے اوسکے چہرہ سے گناہ نکلجاتے ہیں یہانتک کہ پلکوں کے نیچے سے پھر جب دونوں ہاتھ دھوتا ہے اسکے دونوں ہاتھوں کے گناہ ناخونوں کے نیچے تک سے نکلجاتے ہیں پھر جب اپنے سر پر مسح کرتا ہے اسکے سر کے گناہ اسکے کانوں تک سے نکلجاتے ہیں پھر جب دونوں پیر دہوتا ہے اوسکے پیروں کے گناہ ناخونوں کے نیچے تک سے نکلجاتے ہیں پھر اسکا مسجد کو چلنا اور اسکی نماز زیادہ رہی اسکو امام مالک نسائی ابن ماجہ حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شرط شیخین پر صحیح ہے اور اسمیں کوئی علت نہیں ہے اور صنابحی صحابی مشہور ہیں۔

اور حضرت عمر بن حبسہ سلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں اپنے جاہلیۃ کے زمانہ میں گمان کیا کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں کسی معتد بہ شے پر نہیں ہیں اور لوگ تبونکو پوجتے تھے بس میں نے مکہ معظمہ میں ایک آدمی سُنا کہ خبریں بیان کرتے ہیں میں اپنی سواری پر بیٹھکر انکے پاس حاضر ہوا دیکھا تو وہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے بس انھوں نے حدیث (ملاقات کی) بیان کی یہانتک کہا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ پھر وضو کے بارہ میں بھی مجھ سے بیان کیجئے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ وضو کا پانی اپنے پاس رکھے اور کلی کرے اور ناک میں پانی دیکر ناک صاف کرے اور پھر اسکے گناہ اسکے چہرے اور مونہہ اور نتھنوں سے نہ گرجائیں۔ اور پھر جب وہ چہرہ دہوئے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے اور اسکے گناہ چہرہ سے اسکے جبڑے کے جانبوں سے پانی کے ساتھ نہ گرجائیں پھر ہاتھ کہنیوں تک دہوئے اور اوسکے ہاتھوں کے گناہ پوروں سے پانی کے ساتھ نہ گرجائیں پھر اپنے سر کا مسح کرے اور اسکے سر کے گناہ اسکے بالوں کے سروں سے پانی کے ساتھ نہ گرجائیں پھر دونوں پیر دونکو ٹخنوں تک دہوئے اور اسکے پیروں کے گناہ دونوں پیروں کے پوروں سے پانی کے ساتھ نہ گرجائیں پھر اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑہی اور اللہ تعالےٰ کی حمد کی اور اسکی تعریف اور بزرگی اسکے قابل الفاظ کے ساتھ کی اور اپنے دل کو اللہ کے واسطے خالی کیا اور اپنے گناہوں سے ایسا صاف نہ ہوجائے جیسا اس دن تہا جب اسکی والدہ نے اسکو جنا تھا۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

۹۳

کے واسطے تمامی اعمال ہیں اللہ اعلم بالصواب۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا جو کوئی مسلمان وضو کامل کر کر اپنی نماز میں کھڑا ہو کر جو کچھ پڑہی سمجھکر پڑہے ضرور وہ ایسی حالت میں فارغ ہوگا جیسا اوس دن تھا کہ اسکی والدہ نے اسکو جنا تھا آخر حدیث تک بیان کیا اسکو مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ حاکم نے روایت کیا ہے اور لفظ حاکم کے ہیں اور اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناگواری کے وقت وضو کامل کرنا اور قدموں کو مسجد کی طرف کام میں لگانا (یعنی چلنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کو بالکل دہو دیتا ہے اسکو ابو یعلے اور بزار نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ شرط مسلم پر صحیح ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں کہ اللہ تعالے اسکے سبب خطاؤں کو مٹا دے اور اسکی وجہ سے درجات کی ترقی دے لوگوں نے عرض کیا بیشک (یعنی ضرور فرمایئے) فرمایا ناگواریوں کے وقت وضو کامل کرنا اور مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم رکہنا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہ تمہارا سرحدی پہرا ہے اسکو امام مالک مسلم ترمذی نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اسکے مضمون کو روایت کیا ہے اور نیز ابن ماجہ نے اسی حدیث کو اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے مگر انھوں نے اسمیں یوں کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو وہ کام نہ بتاؤں کہ اللہ تعالے اسکے ساتھ خطاؤں کا کفارہ کر دے اور نیکیاں بڑہا دے اور گناہوں کا کفارہ کر دے لوگوں نے عرض کیا بیشک فرمایئے یا رسول اللہ فرمایا ناگواریوں کے وقت وضو کامل کرنا اور کثرت سے مسجدوں کی طرف قدم رکہنا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا پس یہ سرحدی پہرا ہے اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح شرجیل بن سعد سے اور انھوں نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات کو سویرے پاس میرے رب کی جانب سے ایک آنیوالا آیا کہا اے محمد

سلسلہ تسہیل المواعظ کا بارہواں وعظ

مسمےٰ بہ

کجی کی درستی

منتخب از تقویم الزیغ وعظ دہم دعوات عبدیت

حصہ دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ ماثورہ - اما بعد وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔

ترجمہ - اور یہ میرا رستہ ہے جو سیدھا ہے اسپر چلو اور دوسرے رستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو خدا کے رستہ سے دُور کردینگے۔ اس آیت کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) یہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے۔ اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے کچھ عقید سے بیان کئے ہیں۔ اور کچھ کام عمل کرنے کے لئے بتلائے ہیں۔ اونکے بعد یہ آیت ارشاد فرمائی ہے۔ اس آیت کے ترجمہ سے واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ اسوقت کس مضمون کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ کوئی نیا مضمون نہیں۔ بہت مرتبہ سُنا ہوگا اسپر شاید کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ جب یہ مضمون بارہا کا سُنا ہوا ہے تو اسکے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ سُننا دوسری چیز ہے اور سمجھنا دوسری چیز ہے۔ ہم نے سُنا تو ہے مگر سمجھا نہیں۔ خدا تعالےٰ نے

کہیں کہیں اسکی شکایت بھی کی ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ولیتذکر اولوا الالباب۔ ترجمہ۔ تاکہ سمجھدار لوگ سمجھیں۔

مسلمان علم کے حاصل کرنے کو تو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور واقعی وہ ہیں بھی ضروری لیکن انکی جو اصل اور جڑ ہے اوسکے ضروری ہونے کا خیال بھی نہیں کرتے۔ شاید بعض ہی کو اسکا خیال ہو گا۔ ورنہ عام طور پر اسطرف سے بالکل بے پروائی ہے اور وہ بات کچھ بہت لمبی چوڑی نہیں بہت چھوٹی سی بات ہے لیکن چھوٹی ظاہر ہی میں ہے ورنہ حقیقت میں وہ بات بہت بڑی ہے اور جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے اسکی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہم سوچا اور فکر کیا کریں۔ مگر مسلمان اس سے کچھ ایسے بے خبر ہیں کہ جیسے انھوں نے اسکا سبق ہی نہیں پڑہا۔ اور دوسرونکی کیا شکایت کروں خود اپنی ہی یہ حالت ہے۔ کہ زبان پر تو لمبے چوڑے مضمون ہیں لیکن اپنی حالت میں سوچ فکر نہیں کرتے۔ اور جب میں اپنے کو مریض سمجھتا ہوں اور اپنی شکایت کرتا ہوں تو اگر سننے والونکی بھی شکایت کروں تو کچھ بے موقع نہیں ہے۔ ہاں اگر میں اپنے کو پاک صاف تبلاتا تو البتہ سننے والونکا شکایت سے دل بُرا ہونا کچھ تعجب نہ تھا۔ مگر میں تو خود اپنی ہی شکایت کرتا ہوں۔ غرض ہم مسلمانوں میں اسکی بہت کمی ہے۔ کہ ہم نے سوچ سمجھ سے کام لینا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ ہر شخص دیکھ لے کہ اوسنے رات دن میں سے کوئی وقت بھی سوچنے اور غور کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ کوئی بھی نہیں۔ اکثر لوگ تو ایسے ہیں کہ انھوں نے اپنے وقتوں کو کسی کام کیلئے بھی مقرر نہیں کیا کہ یہ وقت فلاں کام کے لئے ہے۔ اور یہ وقت فلاں کام کیلئے ہے۔ بلکہ اونکے سب کام بے ڈھنگے ہوتے ہیں۔ صبح کا کام شام پر اور شام کا کام صبح پر اُٹھا رکھتے ہیں۔ میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ انھوں نے ایک ایک خط کو صبح شام کرتے کرتے ہفتہ ہفتہ بھر تک ڈالے رکھا ہے۔ جیسے بعض حافظ کہا کرتے ہیں کہ ہم نے جب سے قرآن پڑہا ہے۔ ایک مرتبہ ختم کی بھی نوبت نہیں آئی۔ ایسے لوگ تو اسکے لئے کیا ہی وقت مقرر کرتے۔ مگر جن لوگوں نے اپنے وقتوں کو ہر کام کے لئے مقرر کر رکھا ہے وہ بھی اپنے وقتوں کو دیکھ لیں کہ کیا کوئی وقت سوچنے اور فکر کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ زیادہ تو کیا پانچ منٹ بھی اسکے لئے مقرر نہ کئے ہونگے۔ کہیں اسکا نام و نشان بھی نہ ہوگا۔ اکثر مسلمانوں کو اسکی طرف ذرا بھی توجہ نہیں۔ اللہ تعالے اسکو فرماتے ہیں۔ کتاب انزلناہ الیک مبارک

غور و فکر کی عادت ڈالو اور اسکیلئے کچھ وقت مقرر کرو
اور اسکی سخت ضرورت ہے

۲

لیدبروا اٰیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ کہ ہم نے اتاری ہے تمہاری طرف مبارک کتاب۔ تاکہ اوسکی آیتوں میں غور اور فکر کریں اہل عقل۔ دوسری جگہ شکایت کرتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن میں غور ہی نہیں کرتے یا دلوں پر تالے لگ گئے (کہ جس سے غور کرنے کی قدرت ہی نہیں رہی) اور اگر غور کرنے کی عادت ڈال لیتے تو کچھ بھی دقت نہ ہوتی کیونکہ اسکا تو اثر ہی یہ ہے۔ کہ اُس سے رحمت کے دروازے کھلتے چلے جاتے۔ پھر کا ہے کی دشواری رہتی۔ بلکہ غور و فکر کرنے میں بہت آسانی ہوجاتی اور غور کئے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ کیا ہم اونکو زبردستی اپنی رحمت چمٹا دیں اگرچہ وہ اوس سے نفرت کرتے ہوں۔ سو اسکی ہم کو کیا ضرورت ہے اور جب تم غور تک بھی نہیں کرتے تو یہ نفرت ہی تو ہوئی۔ تو پھر اونکو کیا ضرورت ہے کہ اپنی رحمت تمہارے سر پر چپکاتے پھریں اونکے یہاں کیا اوسکے رکھنے کو جگہ نہیں۔ اگر ہزار بار اونکی رحمت کی خواہش کرو اور اوسکے لئے کوشش کرو تو وہ بھی تم پر رحمت اور مہربانی کرینگے۔ اور تمہاری کوشش سے بہت زیادہ رحمت کرینگے۔ اور کام بھی اونکی رحمت ہی سے چلتا ہے اسکو یوں سمجھو کہ کسی بچہ کو آپ لینا چاہیں اور لینے کو ہاتھ بڑھائیں۔ تو اگر بچہ اپنی بساط کے موافق دوڑے اور کوشش کرے چاہے گر ہی جاوے تو آپ خود دوڑ کر اُٹھا لیتے ہیں۔ تو آپ کے بڑھکر اٹھا لینے سے وہ بچہ آپ تک پہنچا۔ ورنہ اوس بچہ میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ خود آپ تک پہنچ جاوے۔ اسیطرح خدائے تعالےٰ اپنے بندے کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اگر یہ بھی کچھ ہاتھ پیر ہلاوے اور کوشش کرے تو خود اللہ تعالےٰ اسکو پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں اور اس کھینچ لینے کی بدولت یہ اُن تک پہنچ جاتا ہے مگر وہ جب ہی کھینچتے ہیں جبکہ آپ بھی کچھ کوشش کریں۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ نے اوسکو بالکل چھوڑ رکھا ہے وہ ہر وقت رحمت کرنے کو تیار ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم کچھ کوشش ہی نہیں کرتے۔ اور وہ کوشش ہماری یہ ہے کہ ہم غور اور فکر کر لیا کریں۔ اس سے خدائے تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہوتا ہے۔ صاحبو! میں پھر کہتا ہوں کہ سوچ فکر اگرچہ ظاہر میں بہت چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن فائدے کے اعتبار سے یہ بہت بڑی بات ہے۔ اور اسکے چھوڑ دینے سے ہم بہت خرابیوں میں پڑ گئے۔ اسیطرح یہ مضمون جو آج بیان کرنا مقصود ہے اسکو بھی آپ نے بہت دفعہ سُنا ہوگا۔ مگر کبھی اس میں غور کرنے اور سمجھنے کی نوبت نہیں آئی

۳

اسلئے آج سمجھانے کے لئے اسکو اختیار کیا گیا میں آیتہ کا مضمون پھر دوہرائے دیتا ہوں تاکہ وہ
تازہ ہوجاوے اور وعظ سے یہی مقصود بھی ہوتا ہے کہ جو باتیں پہلے کانوں میں پڑی تھیں۔
مگر ان سے غفلت ہوگئی تھی اور اچھی طرح یاد نہیں رہی تھیں وعظ سننے سے وہ پھر تازہ ہوجائیں
اور یہ ضروری نہیں کہ ہر وعظ میں کوئی نئی بات ہی بیان کیجاوے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم
ہوگیا ہوگا کہ وعظ سننے سے اصل مقصود کیا ہونا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ مضمون تازہ ہوجاوے
اور اپنے جن عیبوں پر کبھی نظر بھی نہیں جاتی اونکو سنیں اور ان پر پوری توجہ کریں۔ بس اس غرض
کو خیال رکھکر وعظ سننا چاہیئے اور آجکل تو وعظ سننے والوں کی طرح طرح کی غرضیں ہوتی ہیں۔ بعض
لوگ تو اسلئے وعظ سننے آتے ہیں۔ کہ دیکھیں یہ مولوی صاحب کیسا وعظ کہتے ہیں اور بعض لوگ
اسلئے سنتے ہیں کہ وعظ کہنے والے کے عقیدے کیسے ہیں۔ کس خیال کا آدمی ہے بعض لوگ
اسلئے آتے ہیں کہ اسکے بیان میں عیب نکالینگے۔ بعض کی نیت اچھی بھی ہوتی ہے۔ لیکن صرف
یہی کہ وعظ کی مجلس میں شریک ہونے سے ثواب ہوگا۔ لاؤ اس میں شریک ہوجائیں۔ اتنا وقت
ثواب ہی کے کام میں گذرے گا۔ یہ نیت اچھی ہے مگر فقط اتنی نیت سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ اسکے
ساتھ یہ نیت بھی ہونی چاہیئے کہ ہمیں اپنے عیب معلوم ہوجائیں تاکہ اونکو چھوڑ دیں۔ کیونکہ وعظ
سننے سے مقصود صرف ثواب کمانا نہیں ہے۔ کیونکہ ثواب تو نفلوں میں بھی ہوتا ہے۔ قرآن شریف
پڑھنے میں بھی ہوتا ہے۔ پھر وعظ میں کونسی بات زیادہ ہوئی۔ یاد رکھو کہ وعظ کی اصلی غرض یہی ہے
کہ اپنے چھپے ہوئے عیبوں کی خبر ہوجائے تاکہ ان سے بچ سکیں۔ غرضکہ خدائے تعالے اس جگہ
پر فرماتے ہیں کہ میرے اس سیدھے رستے پر چلو اور دوسرے رستوں پر نہ ہو لو۔ کیونکہ وہ تم کو
خدا کے رستہ سے جدا کر دینگے۔ ترجمہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ رستے بہت سے ہیں۔ جنمیں سے
ایک تو خدا کا بتلایا ہوا رستہ ہے اور دوسرے خود بندوں کے تراشے ہوئے ہیں۔ بس ان سب
رستوں میں سے ایک رستہ پر تو چلنا چاہیئے اور باقی اور رستوں کے نزدیک بھی نہ جانا چاہیئے
اب ضروری ہوا کہ خدا کے رستہ کی کوئی پہچان اور کوئی نشانی ہو جسکے ہم کو یہ بات معلوم ہوسکے
کہ فلاں رستہ خدا کا بتلایا ہوا ہے اوسپر تو چلنا چاہیئے۔ اور دوسرے رستوں سے بچنا چاہیئے
سو اگر غور کیا جائے تو اسی آیت کے پورے مضمون سے اوسکی پہچان اور اوسکی نشانی کا پتہ چل جاویگا

وعظ سننے کا اصل مقصود

خدا کے رستہ کی پہچان اور نشانی ہے

اور معلوم ہوجاویگا کہ اس پہچان کا خیال نہ رکھنے سے یہ ساری خرابیاں پیدا ہوئیں۔ جنکی وجہ سے
یہ حالت ہوگئی۔ کہ بعض لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ہم نے خدا کے بتلائے ہوئے رستہ کو
چھوڑ دیا ہے یا اوسی پر چل رہے ہیں۔ چنانچہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالے فرماتے ہیں۔
کہ (اے نبی علیہ السلام) آپ فرما دیجئے کہ آؤ میں تم کو خدا کے احکام بتلاؤں۔ اس سے معلوم
ہوگیا کہ خدا کے رستہ کی یہ پہچان ہے۔ کہ جس بات کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماویں اور پڑھکر
سنادیں وہ خدا کا بتلایا ہوا رستہ ہے۔ کیونکہ حضور جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ وحی ہوتا ہے خلاصہ
یہ نکلا کہ جو بات وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہو وہ خدا کا رستہ ہے اور جو بات وحی کے
ذریعہ سے معلوم نہ ہوئی ہو وہ خدا کا رستہ نہیں۔ پس خدا کے رستہ کی پہچان وحی ہے۔

جو بات وحی کے ذریعہ سے معلوم نہوئی ہو وہ خدا کا رستہ نہیں۔

اب خدا کا رستہ دوسرے رستوں سے جدا ہوگیا۔ اس مضمون کو بھی مسلمانوں نے بہت دفعہ
سنا ہوگا۔ لیکن مسلمانوں کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے اسکو نہ تو سمجھا اور نہ
اسمیں غور کیا۔ کیونکہ بعض لوگوں کے دل میں تو وحی کی بالکل ہی وقعت اور بڑائی نہیں اور
بعض کے دل میں وحی کی بڑائی تو ہے مگر سمجھتے نہیں کہ وحی کی حقیقت کیا ہے۔ اسوقت
مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ مگر سب میں یہ مرض موجود ہے کہ وحی کی پہچان سے
کام نہیں لیتے۔ بعضے تو یہ غلطی کرتے ہیں۔ کہ خدا کے احکام کے معنے بدلدیتے ہیں۔ اور ان میں
علت اور وجہ نکالتے ہیں۔ کہ اس حکم کی یہ وجہ ہے۔ اور اب یہ وجہ موجود نہیں اسلئے حکم بھی موجود
نہیں۔

مسلمانوں نے وحی کی پہچان سے کام نہیں لیا

مجھے اسپر ایک حکایت یاد آئی کہ دوسرے ملک کے ایک دیہاتی نے ریل کا سفر کیا اور
ایک من بورا اپنے ساتھ لیا۔ جب اسٹیشن پر پہنچا تو ریلوے ملازموں نے ٹکٹ کے ساتھ اسباب
کی بلٹی بھی مانگی اسنے بلٹی کی جگہ بھی اپنے ہی ٹکٹ کیطرف اشارہ کیا۔ ریلوے ملازم نے اسکو
سمجھانے کے لئے کہا کہ تمہارا اسباب پندرہ سیر سے زیادہ ہے۔ اور پندرہ سیر سے زیادہ
اسباب بغیر محصول دیئے نہیں لیجا سکتے کیونکہ ریلوے قانون یہی ہے اسلئے ایک بلٹی اس
اسباب کی بھی ہونی چاہیئے۔ یہ سنکر وہ دیہاتی کہتا ہے۔ کہ پندرہ سیر سے یہ خاص وزن مراد
نہیں ہے۔ بلکہ اتنا وزن مراد ہے جسکو ایک آدمی اٹھا سکے۔ اور چونکہ ہندوستانی لوگ
پندرہ سیر ہی اُٹھا سکتے ہیں۔ اسلئے یہ خاص وزن لکھدیا گیا ہے اور ہم ایک من اٹھا سکتے ہیں

ایک دیہاتی کی عجیب حکایت

اسلئے ہمارے ایک من کیلئے وہی قانون ہوگا جو تمہارے پندرہ سیر کیلئے ہے۔ خیر یہ حکایت تو ایک لطیفہ ہے۔ لیکن ہم کو اس سے سبق لینا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ کیا وہ ٹکٹ کلکٹر اس دیہاتی کے جواب کو مان لیگا ہرگز نہیں بلکہ اسکا ہاتھ پکڑ کر پولیس کے حوالہ کر دیگا تو جیسا اس دیہاتی نے قانون کا غلط مطلب نکالا اور اسکو بدلنا چاہا۔ اسیطرح آجکل قرآن کا غلط مطلب نکالتے ہیں۔ اور زور دیکر کہا جاتا ہے کہ قرآن کا یہی مطلب ہے۔ حالانکہ وہ مطلب نہ تو حضور نے سمجھایا نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا یا نہ خدائے تعالیٰ نے بتایا۔ پھر وہ مطلب کیسے صحیح ہوسکتا ہے صاحبو او وہ مطلب ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے اس دیہاتی نے قانون کا مطلب بیان کیا تھا۔ حالانکہ ظاہر ہیں اوسکا مطلب بیان کیا ہوا جی کو لگتا بھی ہے۔ اگر کسی شخص کو قانون کا پورا علم نہ ہو تو وہ اوسکو سنکر یقین کریگا۔ کہ اس قانون کے یہی معنی ہیں۔ اور آپکو جو یہ مطلب غلط معلوم ہو رہا ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ قانون مدت سے سنا ہوا ہے ورنہ جس نے کبھی اس قانون کو نہ سنا ہو اور وہ ان دونوں کی گفتگو کو سنے تو دیہاتی ہی کو حق پر سمجھے گا۔ کیونکہ ٹکٹ کلکٹر تو کہتا ہے کہ قانون یہی ہے کہ پندرہ سیر سے زیادہ کا محصول لیا جائے۔ اور دیہاتی کہتا ہے کہ قانون کی وجہ بھی تو ذرا سمجھو کہ خاص پندرہ سیر وزن کیوں قانون میں رکھا گیا ہے۔ ٹکٹ کلکٹر جواب دیتا ہے۔ کہ ہم قانون جاننے والے ہیں قانون بنانے والے نہیں جو قانون میں لکھا ہے ہم تو اسپر عمل کرینگے۔ ہم نہیں جانتے کہ اسکی کیا وجہ ہے۔ اسپر دیہاتی کہتا ہے کہ تم اگرچہ نہیں جانتے لیکن میں جانتا ہوں کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ پندرہ سیر سے زیادہ ہندوستانی اٹھا نہیں سکتے۔ اور جو لوگ اس سے زیادہ اٹھا سکتے ہیں وہ پندرہ سیر سے زیادہ بھی بلا محصول لے جاسکتے ہیں۔ تو اس دیہاتی کی تقریر کی چمک دمک دیکھکر ناواقف آدمی خیال یہی کریگا کہ یہ دیہاتی قانون کو خوب سمجھتا ہے۔ اور ٹکٹ کلکٹر کا عاجزانہ جواب دیکھکر سمجھے گا کہ یہ تو ویسی ہی زبردستی کر رہا ہے حالانکہ قانون جاننے والا شخص جانتا ہے کہ قانون وہی ہے جو ٹکٹ کلکٹر کہہ رہا ہے اور اسلئے وہ ٹکٹ کلکٹر کے جوابوں کو صحیح سمجھتا ہے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے بچپن سے کبھی شریعت کے احکام نہیں سنے۔ اور ہوش سنبھالکر انھوں نے ایک عالم اور ایک جاہل کی گفتگو سنی کہ عالم کہتا ہے۔ شریعت کا قانون یہ ہے اور جاہل اسکی وجہ دریافت کر رہا ہے۔ جس کے جواب میں عالم یہ کہکر گفتگو ختم کر دیتا ہے کہ ہم قانون جاننے والے

ہیں۔ قانون بنانے والے نہیں۔ بنانے والے خدائے تعالےٰ ہیں وجہ اونہیں کو معلوم ہے۔ ہم وجہ بتلانے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اور وہ جاہل عقل کے دعوے بگھارتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں اسکی وجہ جانتا ہوں۔ اور اپنی طرف سے کوئی وجہ تراش کر خدائی قانون کے معنی بدلدیتا ہے جس طرح اس دیہاتی نے ریلوے قانون کے معنی بدلدیئے تھے۔ تو صاحبو! اسکی کیا وجہ کہ اس گنوار کے قصہ میں تو اوسکو ناحق پر اور ٹکٹ کلکٹر کو حق پر کہا گیا۔ اور اس جاہل کی گفتگو میں عالم کو کہا جاتا ہے کہ یہ زبردستی کررہا ہے۔ اگر ان دونوں میں کوئی فرق ہے تو بتلائے کچھ بھی فرق نہیں۔ ہاں یہ فرق تو ضرور ہے۔ کہ خدا کے حکموں کی تو کچھ بڑائی دل میں نہیں۔ اور دُنیا کے بادشاہوں کے احکام کی دل میں بڑائی ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جسکی بڑائی دل میں ہوتی ہے اوسکے حکم میں وجہ نہیں تلاش کیجاتی۔ چپ چاپ اوسکو مان لیتے ہیں۔ اور جسکی بڑائی دل میں نہیں رہتی اسکی ہر بات میں وجہ پوچھی جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ کوئی ایسا حکم سرکار کی طرف سے آتا ہے۔ جو سمجھ میں نہیں آتا اور طبیعت اس سے رکتی ہے۔ لیکن اوسکو بے کھٹکے مان لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب سرکار نے یہ حکم دیا ہے تو اسمیں کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔ اس طرح کے بہت سے احکام ہیں جنکی وجہ عوام کی سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن اونکو مانتے ہیں۔ اور انپر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک دو پیسہ کا عدالتی ٹکٹ لفافہ پر لگا کر ڈاک میں بھیجدیا جاوے۔ تو لفافہ بیرنگ ہوجائے۔ اور ڈاکخانہ کا دو پیسہ کا ٹکٹ لگاویں تو بیرنگ نہ ہو۔ ہزاروں آدمی ہونگے جو اس قانون کی وجہ نہیں جانتے۔ لیکن ان لوگوں میں سے اگر کوئی شخص عدالتی ٹکٹ لگا کر بھیجے اور لفافہ بیرنگ ہوجائے تو سرکار سے یہ نہیں پوچھتا۔ کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ ایک روپیہ کے ٹکٹ میں لفافہ بیرنگ ہوگیا اور دو پیسہ کے ٹکٹ میں بیرنگ کیوں نہیں ہوتا۔ غرضکہ اس حکم کے خلاف کرنے کا کبھی خیال تک بھی نہیں آتا۔ اور نہ اوسکی وجہ پوچھی جاتی ہے۔ لیکن اگر ایک دوست کوئی حکم کرے۔ یا کسی کام میں رائے دے تو اس میں سینکڑوں عیب نکالدیتے ہیں۔ وجہ اسکی یہی ہے کہ سرکار کی تو بڑائی دل میں ہے اور دوست چونکہ آپکے برابر کا ہے۔ اسلیئے اوسکی بڑائی دل میں نہیں ہے صاحبو! ذرا غور تو کرو کہ خدائے تعالےٰ کے حکموں میں وجہ ڈھونڈکر آپ یہ ثابت کررہے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کی بڑائی آپ کے دلوں میں نہیں رہی۔ اور اگر اسکے سوا کوئی دوسری وجہ ہے۔

جسکی بڑائی دل میں ہوتی ہے اسکے حکموں میں وجہ نہیں تلاش کیا کرتے ۱۲

خداوندی حکموں میں وجہ تلاش کرنا دلیل اسکی ہے کہ دل میں اسکی کچھ قدر نہیں ۱۲

طبیب اور مریض کی مثال

تو مجھے بتلائیے کہ سرکار کے حکموں کی وجہ کیوں نہیں پوچھی جاتی۔ اور خدائے تعالے کے حکموں کی وجہ کیوں پوچھی جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ کسی شخص کی بڑائی دل میں نہیں ہوتی مگر تب بھی بلا پوچھے اسکی بات مان لیتے ہیں۔ کیونکہ اوسکے حکم کو فائدہ مند سمجھتے ہیں۔ اپنے فائدے کے لئے چپ چاپ مان لیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کسی طبیب کے پاس گیا اور جاکر نبض دکھلائی اور اپنا سب حال کہکر نسخہ لکھوایا۔ تو اس موقع پر آپ نے کسی کو نہ دیکھا ہوگا کہ اوسنے طبیب سے دریافت کیا ہو۔ کہ آپ نے نسخہ میں فلاں دوا کس واسطے لکھی ہے۔ یا اوسکے ساتھ الجھنے لگا ہو۔ کہ یہ دوا اتنی کیوں لکھی اور یہ اتنی کیوں لکھی۔ خدا کی قسم کسی کو اسکا خیال تک بھی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو زبان سے کبھی نہیں کہتے کیونکہ جانتے ہیں کہ ہمارے ہی فائدے کے لئے اسنے نسخہ لکھا ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارے وجہ دریافت کرنے سے خفا ہو کر ہم کو نکالدے اور پھر کبھی نہ گھسنے دے۔ تو صاحبو! اگر خدا کے حکموں کی قدر بھی دلوں میں نہ ہو تب بھی اسی لئے ان کو مان لو کہ وہ تمہارے ہی فائدے کیلئے مقرر کئے گئے ہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے پروائی سے خدائے تعالے خفا ہو جائیں۔ اور تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو اگر خداوندی حکموں کی قدر سرکار کے حکموں کے برابر نہیں ہے۔ تو کم از کم اونکے ساتھ وہی برتاؤ کیا ہوتا جو حکیم کے ساتھ کرتے ہو اور جب یہ بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ خداوندی حکم کی اتنی بھی قدر نہیں۔ البتہ حکیم کی رائے میں ایسے لوگ تو ضرور چھیڑ چھاڑ نکالا کرتے ہیں۔ جنکو نسخہ پینا منظور نہ ہو۔ بلکہ صرف مشغلہ اور دل لگی کے طور پر گئے ہوں۔ میں لوگوں کے حالات دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر وہی لوگ وجہ ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ جنکو کچھ کرنا نہیں ہوتا۔ اور جنکا ارادہ عمل کرنے کا ہوتا ہے وہ اگر پوچھتے ہیں تو یہ پوچھتے ہیں۔ کہ نماز میں فرض کسقدر ہیں۔ واجب کتنے ہیں کیونکہ اونکو یہ فکر لگی ہوتی ہے۔ کہ نہ جاننے سے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے نماز ہی جاتی رہے اور وہ یہ کبھی نہیں پوچھتے کہ اسکی وجہ کیا ہے۔ اس سے اُنکو کچھ غرض نہیں ہوتی۔ بس حکم کی وجہ تلاش کرنیکے دو سبب ہوئے۔ ایک تو حکم کی قدر نہ ہونا۔ دوسرا دوسرے عمل کرنیکی نیت نہ ہونا بس جو لوگ وجہ تلاش کرتے رہتے ہیں اونکے دلوں میں نہ تو حکم خداوندی کی قدر ہے۔ اور نہ عمل کرنیکی نیت ہے۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہے جو وحی کی تعظیم اور قدر نہیں کرتی

(باقی آئندہ)

قال اللہ تعالیٰ

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

چون کریمہ بالا دال ست بر مصالح عقلیہ خاصہ

در احکام نقلیہ خاصہ بعبارۃ النص و بر اشتمال احکام شرعیہ عامہ

بر مصالح حکمیہ عامہ بدلالۃ النص و رسالہ مسمی بہ

المصالح العقلیۃ
للاحکام النقلیۃ

کہ این حصۂ دوم از آن ست

از افادات حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم باحسن وجوہ

از حمل کافیہ منجملہ چنین مصالح موعودہ شرعیہ پس افادۃ للطالبین

لہا و نفعاً للراغبین فیہا

حسب فرمائش [illegible] مالک کتبخانہ اشرفیہ و مدیر رسالۂ الہادی [illegible] دہلی

سنہ ۱۳۴۳ ہجری نبوی

جید برقی پریس بلیماران دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و الصلوٰۃ کے عرض ہے مدت سے ضرورت تھی کہ ایسی جامع کتاب جس میں احکام شرعیہ کے مصالح اور اسرار عقلی طور پر بیان کئے جاویں جس سے اہل اسلام کو احکام کے امتثال میں رغبت پیدا ہو اور ان احکام کی عظمت قلوب میں جاگزین ہو اور مخالفین کو ساکت کرنیکے واسطے وہ بےنظیر ثابت ہو للہ الحمد وہ مراد پوری ہوگئی اور یہ ایک ضخیم مجموعہ مسمی بہ المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ سیدی و مرشدی حکیم الامتہ محی السنتہ حضرت مولٰنا مولوی قاری حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم نے ضرورت زمانہ پر نظر فرما کر جمع فرما دیا جس کا پہلا حصہ کتابی صورت میں شائع ہوا ہے اور دوسرا حصہ الہادی کی جلد اول از جمادی الاول ۱۳۴۳ھ لغایت ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ میں شائع ہوئی ہے جسکا یہ ٹائیٹل ہے جملہ ناظرین الہادی مضمون کی تقسیم کے وقت المصالح العقلیہ جلد دوم پر یہ ٹائیٹل لگالیں جسکے صفحہ ج و د پر فہرست مضامین ہے اور اب انشاء اللہ تعالٰے حصہ سوم جمادی الاول ۱۳۴۴ھ جلد دوم الہادی سے شائع ہونی شروع ہوگی۔ یہ کتاب فی الحقیقت ہر مسلمان کو حرز جان بنانے کے قابل ہے فقط +

(از مدیر)

فہرست مضامین

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ حصہ دوم

نام سے قطعاً دور کر دیا اور نہ صرف لفظوں میں ہی بلکہ عملی طور پر اسے جڑ سے کاٹ دیا۔ اسلام کے ظہور سے آقا اور خادم یا مالک اور مملوک کے تعلقات بجے برادرانہ تعلقات سے بدل گئے۔ آقا اپنے غلام کی محنت کے کاموں میں شریک ہونے لگا اور غلام اپنے آقا کی وجاہت اور عزت میں شریک ہو گیا یہ صرف انھیں آقاؤں کی حالت نہ تھی جو سوسائیٹی کے درمیانی یا نیچے درجہ میں تھے بلکہ معزز سے معزز اور دولتمند سے دولتمند آقاؤں کا بھی یہی حال تھا سب سے پہلے ہمیں قرآن شریف کی تعلیم پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ غلاموں کے ساتھ کیسا سلوک چاہتا ہے اس بارے میں مندرجہ ذیل آیت قرآن کریم کی وارد ہے۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربی والیتمی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً۔ (النساء رکوع ۶ آیت ۳۶) یعنی اللہ ہی کی عبادت کرو اور اوسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور احسان کرو ماں باپ کے ساتھ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ جو تمہارے قبضہ میں ہیں اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اترائیں (یعنی دوسروں کے حقوق کی پرواہ نہ کریں) اور بڑائی مارنے پھریں (یعنی دوسرونکو حقیر سمجھیں) اس آیت شریف میں دو قسم کے احکام ایک ہی جگہ اکٹھے کر کے بیان کئے گئے ہیں یعنی اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اسکی مخلوق سے نیکی اور اس دوسرے حصہ میں بعض وہ لوگ جنکے ساتھ انسان کو نیکی کرنی چاہیئے مخصوص کر کے بیان کئے گئے ہیں تاکہ اونکی طرف زیادہ توجہ ہو ان دونوں احکام کو ایک ہی جگہ بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ جیسا اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنا اور اسکا کوئی شریک نہ ٹھہرانا اسلام لانے کے لئے ضروری ہے ویسا ہی مخلوق کے ساتھ بھی نیکی کرنا ضروری ہے کیونکہ یہی دو شریعت کے بھاری اجزا ہیں یعنی اللہ تعالےٰ سے سچا تعلق پیدا کرنا اور اسکی مخلوق سے نیکی کرنا۔

پس جہاں انجیل غلاموں کے ساتھ سلوک کرنیکے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہتی۔ قرآن کریم اسے ایسا ضروری قرار دیتا ہے جیسا والدین سے نیکی کرنا کیونکہ ایک سے ہی

93

الفاظ مین دونون احکام بیان کئے گئے ہیں یہ اسقدر صاف حکم غلامون سے نیکی کرنیکا ہے جس سے کوئی دشمن اسلام بھی انکار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ہیوز نے اپنی ڈکشنری آف اسلام میں اس بات کو تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یہ بالکل صاف امر ہے کہ قرآن شریف اور احادیث مین غلامون کے ساتھ نیکی کرنے کی بڑے زور کے ساتھ تاکید کیگئی ہے۔

اسکے علاوہ دینی اخوت کا سلسلہ جو اسلام نے قائم کیا وہ بجائے خود ایک زبردست محرک نیک سلوک کا تھا آزاد عورتون اور غلامون کے درمیان اور آزاد مرد اور لونڈیوں کے درمیان نکاح جائز قرار دئے گئے ایک مشرکہ آزاد عورت اور مسلمان لونڈی میں نکاح کے وقت ترجیح لونڈی کو دیگئی اور ایک مشرک مرد اور مسلمان غلام میں ترجیح غلام کو دیگئی بات بات پر غلامون کے آزاد کرنے کا حکم دیا گیا اور اسے بعض گناہوں کا کفارہ قرار دیکر یہ سمجھایا گیا کہ غلامون کے ساتھ نیکی کرنا اور انکو آزاد کرنا اللہ تعالے کے نزدیک بہت ہی محبوب فعل ہے لونڈی اگر نکاح کے بعد فحش کی مرتکب ہو تو اسکی سزا آزاد عورت سے نصف رکھی گئی ہی غلامون کے نکاح کرنے کا خاص طور پر حکم دیا گیا چنانچہ فرمایا وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ (النور رکوع ۴۔ آیت ۳۲) اور تم میں سے جنکے ازواج نہیں انکے نکاح کرو اور نیز تمہارے غلامون اور لونڈیوں میں سے جو نیکبخت ہوں اونکے بھی نکاح کرو اگر یہ لوگ محتاج ہونگے تو اللہ تعالے اپنے فضل سے اونہیں غنی کردیگا۔

۹۴

قبل از اسلام جو بدیاں عرب میں لونڈی غلامون کے معاملہ میں تھیں ان سب کو دور کیا گیا منجملہ انکے ایک یہ بدرسم بھی تھی کہ لونڈیون سے بدکاری کراکر اس مال سے فائدہ اٹھاتے جسکی خاص طور پر ممانعت قرآن شریف میں کیگئی ہے۔

یہ ہیں قرآن شریف کے احکام ان میں سب سے پہلے یہ امر دیکھنا چاہیئے کہ ان احکام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے متبعین نے کیا سمجھا اور ان پر کیونکر عمل کیا اس غرض کے لئے احادیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال اور آپ کے عمل کو اب سے پہلے دیکھنا چاہیئے احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر زور ہمارے

نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر دیا ہے اور پھر خود بھی اس حسن سلوک کا نمونہ دکھایا ہے اس سے اگر موازنہ کیا جائے تو یہی کہنا پڑیگا کہ کسی دوسرے مصلح نے آپکے بالمقابل کچھ بھی نہیں کیا سب سے پہلے میں صحیح بخاری کی احادیث کو بیان کرتا ہوں اور پھر دوسری متفرق احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان

اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتموھم ما یغلبھم فاعینوھم۔ یعنی یہ تمہارے بھائی تمہارے خدمتگار ہیں اللہ نے انہیں تمہارے ہاتھ کے نیچے رکھا ہے پس جس شخص کا بھائی اسکے ہاتھ کے نیچے ہو اسے چاہیئے کہ جو چیز آپ کھاتا ہے اسی میں سے اُسے بھی کھلاوے اور جو پوشاک آپ پہنتا ہے اُسی میں سے اسے بھی پہناوے اور انپر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالو جو انکی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر انکی طاقت سے زیادہ کام انکو دو تو پھر انکو مدد بھی دو۔

بتاؤ کہ اور کونسا ایسا انسانوں کا ہمدرد پیدا ہوا ہے یا کون مصلح ہے جس نے ایسے کامل اخوت آقا اور غلام میں پیدا کی ہو جو صرف الفاظ تک ہی محدود نہیں بلکہ عملی رنگ میں ہے کہ مالک اور مملوک کا ایک سا ہی لباس اور ایک سی خوراک ہو پھر یہی نہیں بلکہ غلاموں کی حالت بہت ہی قابل رشک معلوم ہوتی ہے جب ہم آپ کے ایک صحابیؓ کے یہ پیارے الفاظ پڑھتے ہیں والذین نفسی بیدہ لولا الجہاد فی سبیل اللہ والحج وبر امی لاحببت ان اموت وانا مملوک قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں جہاد اور حج اور اپنی ماں کی خدمت نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ غلامی کی حالت میں ہی مروں۔ پھر غلاموں لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک صرف اسی حد تک محدود نہیں رکھا گیا کہ ان سے کام لیا جائے اور اسکے ساتھ نیکی کیجائے بلکہ انکی عمدہ پرورش کے لئے بھی جناب رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام نے خاص طور پر ارشاد فرمایا ہے چنانچہ لونڈیوں کے متعلق یہ ہدایت فرمائی قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایما رجل کانت لہ جاریۃ فادبھا فاحسن تعلیمھا و اعتقھا و تزوجھا فلہ اجران فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس شخص کے پاس لونڈی ہو پھر وہ اسکی تادیب کرے یعنی اُسے اعلیٰ درجہ کے نیک اخلاق کی تربیت دے اور اسکو نہایت عمدہ تعلیم دے پھر اُسکے بعد

۹۵

اُسے آزاد کرے اور اس سے نکاح کرے اسکے لئے دوہرا اجر ہے۔

اس حدیث کیطرف مین خصوصیت سے ان کوتاہ نظرون کو توجہ دلاتا ہون جو یہ کہا کرتے ہیں کہ اسلام عورت کو جاہل رکھنا چاہتا ہے وہ غور کریں کہ آزاد عورتیں تو ایک طرف رہیں اسلام تو لونڈیوں کے متعلق بھی یہ حکم دیتا ہے کہ ان کو نہایت عمدہ تعلیم اور تربیت دیجاوے اسی حدیث سے نہایت صفائی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا مطمح نظر غلاموں اور لونڈیوں کو کس درجہ تک ترقی دینے کا ہے۔

بہت سی اور حدیثیں ہیں جنہیں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے بارہ میں تاکید کیگئی ہے ان میں سے مشکوۃ کی بعض حدیثوں کا ترجمہ لین صاحب نے اپنے ترجمہ الف لیلہ کے نوٹون مین دیا ہے اور انہی کو ہلیون نے اپنی ڈکشنری آف اسلام میں نقل کیا ہے انمیں سے بعض کا اُردو ترجمہ میں یہان دیتا ہون۔

"اُپنے غلاموں کو اُس کہانے میں سے کہلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور انکو ایسا کام کرنے کو نہ دو جو انکی طاقت سے بڑہکر ہو جو شخص اپنے غلام کو بلاوجہ مارتا ہے یا اسکے منہ پر مارتا ہے اسکا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کرے۔ جو شخص اپنے غلام سے سختی کرتا ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو شخص ماں اور بیٹے میں جُدائی پیدا کرتا ہے (یعنی لونڈی کو بیچکر) اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اُسے اسکے دوستوں سے جُدا کریگا" ان تمام احادیث سے نہایت صاف اور یقینی شہادت اس بات کی ملتی ہے کہ مذہب اسلام میں غلام کو غلام سمجھا ہی نہیں گیا بلکہ اسکے کام کو الگ چھوڑ کر جو اسکے سپرد کیا گیا ہے وہ ہر طرح سے اپنے مالک کے برابر سمجھا گیا ہے تیرہ سو سال گذر چکے ہیں جب پہلے ایک سچے ہمدردِ بنی نوع انسان نے یہ ہدایتیں جاری کیں نہ صرف جاری کیں بلکہ ان پر عمل کیا اور کرایا مگر آج باوجود تیرہ سو سال کے گذر جانے کے اور باوجود بڑے بڑے ہمدردی کے دعووں کے کسی شخص میں اسقدر اخلاقی جرأت بھی نہیں جو ان ہدایتوں پر عمل کرنا تو درکنار رہا نوکروں کے متعلق اسی قسم کی ہدایتیں دینے کی جرأت کرے۔ اب میں چند اور حدیثیں نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسقدر تاکید غلاموں اور لونڈیوں کو

۹۶

ساتھ حسن سلوک کے متعلق کی ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ مرض الموت میں آپکے منہ میں یہ الفاظ تھے الصلاۃ وما ملکت ایمانکم جسکا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں کا خاص طور پر خیال رکھو یعنی نماز اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک۔ اس حدیث سے کیسی صفائی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ آپکے دل میں انسانوں کے ساتھ اور خصوصًا اس جماعت کے ساتھ جسکو دنیا کی سب قوموں نے ذلیل سمجھا اور ابتک ذلیل سمجھ رہے ہیں (یعنی غلام) کیسا سچی ہمدردی کا جوش تھا اور کسقدر انکی بہتری کا فکر آپکو تھا کہ اخیر وقت میں بھی یہی لفظ آپ کے منہ سے نکلے آپ کیا چاہتے تھے۔

ایک شخص کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا کہ میں کتنی مرتبہ اپنے غلام کو معاف کیا کروں آپ نے منہ پھیر لیا اور کوئی جواب اسکے سوال کا نہ دیا وہ دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ سامنے آیا اور یہی سوال دہرایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیطرح بغیر جواب دینے کے منہ پھیر لیا چوتھی مرتبہ جب اسنے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اعف عن عبدك سبعين مرۃ فی کل یوم یعنی تو ہر روز ستر دفعہ اپنے غلام کو معاف کیا کر۔

97

میں پوچھتا ہوں کہ کیا آج ان اقوام میں جو مہذب کہلاتی ہیں ایک آدمی بھی ایسا ہے جو اپنے خدمتگار کو باوجود اسکے قصور کے ستر دفعہ معاف کرسکے مگر اسلام میں غلاموں کے متعلق واقعی ایسا عملدرآمد ہوا آپکا دل تو یہ بھی گوارا نہ کرسکتا تھا کہ غلام کو غلام پکارا جائے۔ کیونکہ اس نام میں حقارت پائی جاتی تھی اور آپ پسند نہ کرتے تھے کہ کسی قسم کی بھی تحقیر انکی کیجائے چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ حدیث روایت کی ہے لا یقل احدکم عبدی و امتی ولیقل فتای و فتاتی و غلامی۔ چاہیئے کہ تم یہ نہ کہو کہ میرا غلام یا میری لونڈی بلکہ یوں کہو کہ میرا فتا یا فتاۃ یا اے میرے نوجوان (یہ لفظ فتی ہر ایک جوان مرد اور جوان عورت پر بولے جاتے ہیں لفظ غلام بھی عربی میں عبد اور امۃ کہنے سے اسلئے روکا کہ یہ الفاظ عمومًا لونڈیوں اور غلاموں پر بھی بولے جاتے تھے اور وہ الفاظ جنکے بولنے کی ہدایت کی ہے وہ عام ہیں آزاد مردوں اور عورتوں پر بھی بولے جاتے ہیں اور اس نہی کی اور توجیہ بھی ہے۔

اسکے بعد میں یہ بیان کرونگا کہ ان ہدایات پر عمل بھی کیا جاتا تھا یا نہیں اور اگر کیا جاتا

تھا تو کس حد تک مگر قبل اسکے کہ میں عمل کی نظیریں پیش کروں ایک شبہ کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر غلاموں کو اسقدر حقوق دیئے گئے تھے اور انکی اسقدر رعایت ضروری تھی جیسا کہ حدیثوں سے پتہ لگتا ہے تو پھر مالک اور مملوک میں فرق ہی کیا تھا اسکا جواب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث میں موجود ہے اور یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں مذکور ہے

چنانچہ فرمایا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامیر الذی علی الناس راع وھو مسئول عنھم والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عنھم والمرأۃ راعیۃ علی بیت بعلھا وولدہٖ

وھی مسئولۃ عنھم والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ۔ یعنی تم سے ہر ایک حاکم ہے اور اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا پس امیر جو لوگوں پر مقرر حاکم ہے اور اس سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا جائیگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر پر اور اسکی اولاد پر حاکم ہے اور اس سے انکے متعلق پوچھا جائیگا اور غلام اپنے آقا کے مال پر حاکم ہے اور اس سے اسکے متعلق پوچھا جائیگا اس حدیث کی رو سے ہر ایک شخص کے سپرد جدا جدا کام ہے اور ایک رنگ میں ایک شخص حاکم ہے اور دوسرے رنگ میں وہی محکوم ہے۔ اسلام ایسی مساوات کی تعلیم نہیں دیتا جس سے چھوٹوں بڑوں کا امتیاز بھی اٹھ جائے اور دنیا کے کاروبار بند ہو جائیں۔ بلکہ ایک ایسی اخوت قائم کرتا ہے کہ کام بھی سب کے الگ الگ رہیں اور سوسائیٹی میں بڑے بھی ہوں اور چھوٹے بھی مگر اسکے ساتھ ہی ان میں انسان اور پھر بھائی ہونیکی حیثیت سے ایک مساوات بھی ہو نہ کام مقرر کرنے سے اسلام کی پاک تعلیم کا یہ منشا ہے کہ آقا غلام کے کام کو ذلیل سمجھکر اسے ہاتھ نہ لگا دے اور آقا کا کام غلام کی عزت سے بڑھکر سمجھا جاوے بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ ضرورت کے وقت آقا غلام کے کام میں اسکی مدد کرے اور جو فوائد آقا اٹھاتا ہے غلام کو ان سے محروم نہ رکھا جائے البتہ فرق دونوں میں یہ رکھا ہے کہ آقا کو چاہیئے کہ وہ اپنے غلام سے نیکی کرے اور احسان برتے اور غلام کا فرض ہے کہ وہ اپنے آقا کی سچے دل سے فرمانبرداری کرے وہ اپنے اپنے مفوضہ کاموں کو بجا لاویں۔ باقی امور میں وہ مساوی ہیں۔

اب میں چند مثالیں بیان کرتا ہوں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ صرف معلم ہی

۹۸

تھے بلکہ ہر بات میں خود ایک پاک نمونہ بھی تھے یہی وجہ تھی کہ آپکی تعلیم کا وہ زبردست اثر آپکے صحابہ اور مسلمانوں پر ہوا۔

حضرت انسؓ نے آپ کے واقعات خادموں کے ساتھ نیکی کرنے کے بیان کئے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا رہا اس عرصہ میں کبھی آپ نے مجھکو اف تک نہیں کہا۔ جب میں نے کوئی کام کیا تو مجھے یہ نہیں کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور اگر کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں نہیں کیا اور آپ کا سلوک تمام دُنیا سے بڑھکر اچھا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی خادم یا کسی عورت کو نہیں مارا۔

آپ کے صادق محب اور مخلص بھی آپ کے نقش قدم پر ہی چلتے تھے ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے اسیران جنگ میں سے ایک اسیر ایک صحابی ابوالہیثم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بطور غلام کے دیا اور انکو نصیحت کی کہ اس سے نیک سلوک کرنا ابوالہیثم اس غلام کو لیکر گھر گئے اور اپنی بی بی کو کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ غلام دیا ہے اور ساتھ ہی یہ وصیت کی ہے کہ اس سے حسن سلوک کرنا بی بی نے کہا کہ اس نصیحت پر تم پورا کیونکر عمل کرسکتے ہو سوائے اسکے کہ غلام کو آزاد کردو چنانچہ ابوالہیثم نے وہ غلام اسیوقت آزاد کردیا۔

زنباع نے اپنے ایک غلام کو ایک لونڈی کے ساتھ پایا اور اسکی ناک کاٹ ڈالی غلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا آپ نے پوچھا کہ کس نے تیرا یہ حال کیا ہے غلام نے کہا زنباع نے چنانچہ اسیوقت زنباع کو طلب کیا گیا اس نے جو دیکھا تھا بیان کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام کو فرمایا کہ جا تو آزاد ہے پھر غلام نے کہا یارسول اللہ میں کس کا مولیٰ کہلاؤنگا (یعنی میرا معاون اور مددگار کون ہوگا) آپ نے فرمایا خدا اور اسکے رسولؐ کا مولیٰ چنانچہ اسی وعدہ کے مطابق آپ جبتک جیتے رہے اسکی مدد کرتے رہے آپکی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور واقعہ آپکو یاد دلایا اسپر حضرت ابوبکرؓ نے اسکے اور اسکے عیال کے لئے گذارہ مقرر کردیا حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا آپ نے پوچھا تو کہاں جانا چاہتا ہے عرض کیا مصر مین اسپر حضرت عمرؓ نے

٩٩

حاکم مصر کے نام حکم لکھدیا کہ اسکو اسکے گذارہ کے لیئے زمین دیدو سبحان اللہ کیسا پاک وعدہ تھا اور کیسا پاک اسکا ایفا ہوا۔

ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ ناگہاں میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سُنی ابو مسعود یاد رکھو کہ جسقدر طاقتور حاکم تم اسپر ہو اس سے زیادہ طاقتور حاکم خدا تم پر ہے ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں نے اسیوقت اسکو خدا کیلئے آزاد کر دیا آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو تم آگ میں پڑتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک آدمی سوار ہے اور اسکا غلام اسکے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہے آپ نے فرمایا اسے اپنے پیچھے بٹھا لو کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے اور اسکی روح بھی تمہاری روح کی طرح ہے۔

معرور کہتے ہیں میں نے ابو ذرؓ کو دیکھا کہ وہ ایک نیا عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور آپ کا غلام بھی ویسا ہی نیا اور عمدہ لباس پہنے ہوئے ہے میں نے پوچھا تو فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے ایک آدمی کو (اس سے مراد کوئی غلام ہے) کچھ برا بھلا کہا اسنے میری شکایت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کی آپ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تم نے اسکی ماں سے اسکو عار دلائی اور پھر فرمایا کہ تمہارے غلام اور نوکر چاکر تمہارے بھائی ہیں پس جس شخص کا بھائی اسکے ہاتھ کے نیچے ہو اسے چاہیئے کہ اپنے کھانے سے اسے کھلاوے اور اپنے لباس سے کپڑا پہناوے تم اپنے غلاموں کو ایسا کام نہ دو جو انکی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر دو تو پھر اسکے کرنے میں خود مدد دو۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے ایک غلام کی نافرمانی کی وجہ سے اسکا کان مروڑا اور پھر اپنے فعل سے توبہ کی اور اسی غلام کو کہا کہ تو بھی اسیطرح میرا کان مروڑ مگر اس نے انکار کیا آپ نے اصرار کیا تو اس نے آہستہ آہستہ کان مروڑنا شروع کیا آپ نے کہا زور سے مروڑو کیونکہ میں قیامت کے دن کی سزا برداشت نہیں کر سکتا غلام نے جواب دیا اے میرے آقا جس دن کی تو ڈرتا ہے اسی دن سے میں بھی ڈرتا ہوں۔

حضرت زین العابدین کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ انکے ایک غلام نے بھیڑ کو پکڑتے ہوئے اسکی ایک ٹانگ توڑ دی انھوں نے کہا کہ تو نے کیوں ایسا کیا کہا آپ کو غصہ دلانے کے لئے آپ نے فرمایا جس نے تجھے یہ تعلیم دی میں اسے غصہ دلاؤنگا یعنی شیطان کو جا اور تو خدا کیلئے آزاد ہے۔

غلاموں یا آزاد کردہ غلاموںکو بڑے بڑے عہدے دیئے جاتے تھے اسامہ کو جو کہ حضرت زید کے بیٹے تھے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک فوج کا افسر بنایا قبل اسکے کہ یہ فوج روانہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انتقال ہو گیا حضرت ابو بکرؓ کو لوگوں نے کہا کہ آپ کسی اور بڑے آدمی کو افسر بنائیں مگر آپ بہت ناراض ہوئے کہ جو کام میرے پیارے محبوب اور آقا نے کیا ہے میں اسے منسوخ کروں جب فوج کی روانگی کا وقت آیا تو آپ اسامہ کے ساتھ ساتھ پیدل روانہ ہوئے اور وہ سوار تھے انھوں نے عرض کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ یا آپ بھی سوار ہو جائیں اور یا مجھے اجازت دیں کہ میں بھی پیدل چلوں مگر آپ نے نہ مانا اور کچھ دیر تک نصیحت کرتے ہوئے اسیطرح ساتھ گئے جب حضرت عمرو نے مصر کی فتح کا ارادہ کیا تو اول صلح کا پیغام دیکر ایک جماعت حاکم مصر کے پاس بھیجی جسکا سردار عبادہؓ کو قرار دیا جو حبشی تھے اور حبشی اس زمانہ میں بطور غلاموں کے فروخت ہوتے تھے جب یہ جماعت حاکم مصر کے سامنے آئی تو اوس نے کہا کہ اس حبشی کو باہر نکالدو انھوں نے کہا کہ یہی تو ہمارا سردار ہے اور جو کچھ یہ کہیگا یا کریگا اسکے ہم پابند ہیں مقوقس حیران ہوا اور پوچھا تم نے ایک حبشی کو اپنا سردار کیونکر بنا لیا انہوں نے کہا سرداری ہمارے درمیان قومیت یا رنگ پر نہیں بلکہ فضیلت پر ہے سو یہ ہم سب میں سے افضل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ جیسے بادشاہ کا سلوک جو اپنے غلاموں سے تھا وہ ظاہر کرتا ہے کہ ابتدائی اسلامی سوسائیٹی میں غلاموں کی کیا حیثیت تھی اور وہ لوگ کسطرح پر اپنے پیارے نبی کے لفظوں پر عمل کرتے تھے جب حضرت ابو عبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور شہر کے لوگ تنگ آ گئے تو انھوں نے اس شرط پر شہر حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا کہ خود حضرت عمرؓ آکر شرائط صلح طے کریں ابو عبیدہؓ نے امیر المومنین کو لکھا تو آپ فی الفور روانہ ہو گئے آپ کیساتھ آپ کا غلام بھی تھا مگر سواری کے لئے اونٹ صرف ایک ہی تھا اسلئے خلیفہ اور غلام

۱۰۱

باری باری اسپر چڑہتے اور جسکی باری نہ ہوتی وہ پیدل ہمراہ دوڑتا جب آپ ابو عبیدہؓ کے ڈیرے کے قریب پہونچے تو اتفاقاً غلام کی باری سواری کی آگئی آپ اُتر کھڑے ہوئے اور غلام کو سوار کیا اور آپ پیدل ہمراہ بھاگتے تھے اور تمام نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں ابو عبیدہؓ نے اس بات سے ڈر کر کہ امیرالمومنین کو اس طرح پیدل بہاگتا ہوا دیکھکر یروشلم کے اہالی پر بُرا اثر نہ ہو اور مبادا جنگ کا رخ پلٹ دے عرض کیا تمام نظریں آپکی طرف لگی ہوئی ہیں اس صورت میں یہ مناسب نہیں کہ آپ کا غلام تو سوار ہو اور آپ نوکروں کی طرح ساتھ ساتھ بھاگیں حضرت عمرؓ اس بات کو سُنکر غضب میں آئے اور فرمایا کہ تجھسے پہلے مجھسے ایسا کسی نے نہیں کہا ہم سب لوگوں سے زیادہ ذلیل اور حقیر اور سب سے تھوڑے تھے خدا نے اسلام کے ذریعے ہمیں بڑائی اور عزت دی اور اگر ہم ان راہوں سے جو کہ اسلام نے ہمیں سکہائی ہیں الگ چلکر عزت تلاش کرینگے تو پھر خدا ہمیں ذلیل کریگا جس سے آپ کا یہ مطلب تھا کہ اسلام نے تعلیم دی ہے کہ تم اپنی عزت اسی میں سمجھو کہ اپنے غلاموں کو اپنے برابر رکھو اگر ہم اس مساوات میں اپنی ذلت سمجھنے لگیں گے تو پھر خدا ہمیں ذلیل کریگا کیونکہ اسکی بتائی ہوئی راہ کو ہم چھوڑ دینگے۔ ۱۰۲

میں پوچھتا ہوں کہ آیا آج بھی دُنیا میں کوئی ایسا فاتح موجود ہے یا کوئی چھوٹی سے چھوٹی ریاست کا حکمران ایسا موجود ہے یا کوئی شخص جو کسی بڑے عہدہ پر ممتاز ہو ایسا ہے کہ وہ ایسی اخلاقی جرأت دکھا سکے جو حضرت عمرؓ نے دکھائی یا نیک سلوک کا وہ نمونہ دکھا سکے جو ایک بڑے بادشاہ اسلام نے دکھایا۔ کیا حضرت عمرؓ اس سے ناواقف تھے کہ ایک نئے فتح ہوئے ہوئے ملک پر رعب کا قائم رکھنا کسقدر ضروری ہے۔ نہیں وہ خوب سمجھتے تھے بلکہ جیسا وہ ان معاملات کو سمجھتے تھے ایسا کوئی نہ سمجھتا تہا مگر اسلام کے احکام کی سچی عظمت انکے دل میں تھی وہ صدق دل سے جانتے تھے کہ ہر ایک عزت اور شوکت انہیں راہوں پر چلنے سے ملیگی اور اگر بعد کے زمانہ میں مسلمانوں نے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ اس طریق کے برتاؤ کو چھوڑ دیا تو یہ وہی بات ہے جو حضرت عمرؓ نے کہی تھی انہوں نے اسلامی راہوں کو چھوڑ کر اور راہوں سے عزت تلاش کی پس وہ عزت کو کھو بیٹھے اب بھی جو مسلمان غیر مسلمان اقوام کے نقش قدم پر چلکر دنیا میں معزز بننا چاہتے ہیں اور اسلام کی راہوں کو حقارت کی نگاہ سے

دیکھتے ہیں انہیں یہی بات یاد رکھنی چاہیئے۔

مگر باوجود ان عملی غلطیوں کے جنمیں پچھلے مسلمان پڑ گئے اور مرور زمانہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پر کاربند ہونے سے دور جا پڑے یہ امر قابل غور ہے کہ آپکی نیک تعلیم ایسی انکے خونوں کے اندر رچ گئی تھی یا یوں کہو کہ آپکی قوت قدسی ایسی انپر غالب آگئی تھی کہ اسپر بھی مسلمانوں کا سلوک اپنے نوکروں اور غلاموں سے غیر اقوام کے سلوک کی نسبت بدرجہا بہتر رہا ہے اور یہ شکر کا مقام ہے کہ ہمیں اسکا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں خود عیسائیوں نے اسکو تسلیم کر لیا ہے لین الف لیلہ کے انگریزی ترجمہ کے نوٹوں میں لکھتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو مدتوں مصر میں رہا اور مسلمانوں کے حالات کو غور کی نظر سے دیکھتا رہا وہ کہتا ہے کہ "مسلمانوں میں غلاموں کے ساتھ عموماً نیک سلوک کیا جاتا ہے" دوسرے ممالک کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ "جن سیاحوں نے دوسرے اسلامی ممالک میں سفر کیا ہے انکی شہادت غلاموں کے ساتھ مسلمانوں کے حسن سلوک کے متعلق بہت ہی قابل اطمینان ہے" اور پھر لکھتا ہے کہ "قرآن شریف اور احادیث میں جو ہدایتیں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق ہیں عموماً ان سب پر یا انکے زیادہ حصہ پر مسلمان لوگ عمل کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق عیسائیوں کے گال کے طمانچہ کی تعلیم کی طرح نہیں کہ سراہتے سراہتے ہزار ہا کاغذ سیاہ کریں اور جب عمل دیکھیں تو ایک بھی عمل دنیا میں نظر نہ آئے"۔ یہ تو ایک غیر متعصب عیسائی ہے مگر پادری ہلیو کو بھی یہ امر تسلیم کرنا پڑا ہے جیسا کہ وہ لکھتا ہے کہ "مسلمانوں کے ممالک میں غلاموں کے ساتھ سلوک بہت اچھا ہے بمقابلہ اس سلوک کے جو امریکہ میں کیا جاتا ہے جہاں غلاموں کا رواج عیسائی اقوام کے نیچے رہا"۔ ایسا ہی انسائیکلوپیڈیا ببلیکا میں ایک عیسائی مضمون نویس مسلمانوں کے درمیان غلامی کے رواج پر لکھتا ہوا کہتا ہے "شرقی اسلامی ممالک کی غلامی عموماً کھیت میں مزدوروں کی طرح کام کرنیکی غلامی نہیں بلکہ گھر کے کاروبار کے متعلق ہے غلام کو خاندان کے ایک ممبر کی طرح سمجھا جاتا ہے اور اسکے ساتھ محبت اور نرمی سے سلوک کیا جاتا ہے قرآن شریف غلاموں کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے سلوک کرنیکی روح پھونکتا ہے اور غلام آزاد کرنیکی ترغیب دیتا ہے۔

اب اس اسلامی تعلیم اور ان واقعات یقینی کو پیش کرنے کے بعد میں اپنے منصف مزاج

ناظرین سے یہ سوال کرتا ہوں کہ یہ غلامی جسکے رواج کو اسلام نے روک نہیں دیا کیا یہ ایسی غلامی ہے کہ اس لفظ کے معمولی مفہوم کی رو سے جو دُنیا میں سمجھا جاتا ہے اسکو غلامی کہہ سکیں نہیں بلکہ جہانتک کہ آجکل کی نوکری کے ساتھ دیکھا جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اسوقت دنیا میں جسقدر لوگ خادم کے نام سے موسوم ہیں وہ ایک اسلامی غلام پر رشک کرینگے اور وہ اس خادمی کی حالت سے اس غلامی کی حالت کو بدرجہا بہتر سمجھیں گے۔ غلامی کے معمولی مفہوم کی رو سے تو یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ ایک حدتک بھی اسلام نے غلامی کی اجازت دی کیونکہ ہر ایک بدی جو اس سے پیدا ہوتی تھی اسلام کی تعلیم نے اس بدی کو جڑ سے کاٹ دیا جو اپنے آقا کے برابر ہے اسکو غلام کیون کہا جائیگا اور یہ مساوات اور خاندان کے ایک ممبر کی طرح ہونا صرف لفظی لفظ نہ تھے بلکہ عملی بھی ہے یہ دونوں باتیں اس سے ظاہر ہوتی ہیں کہ جو کھانا آقا کھائے وہی غلام کھائے جو لباس مالک پہنے وہی مملوک پہنے جہان وہ رہے اسی جگہ غلام رہے طاقت سے زیادہ کام نہ دینا کبھی سختی سے اسسے مخاطب نہ کرنا اور نہ مارنا اس سے بڑھکر کونسی اصلاح کی دُنیا خواہشمند ہوسکتی تھی یہ زمانہ لفظ پرست ہے اور بجائے مغز کے چھلکے پر خوش ہوجاتا ہے نام کو تو غلامی موقوف کردیگئی مگر افسوس ہے کہ غلامی کی حقیقت ابھی تک مہذب ممالک میں اسی طرح موجود ہے عنقریب دنیا دیکھ لیگی کہ جبتک خادموں کے ساتھ وہ رفق اور نیکی کا طریق نہ برتا جائیگا جسکی تعلیم تیرہ سو سال ہوئے ایک انسانوں کے سچے ہمدرد اور خدا کے برگزیدوں میں سے سب سے بڑے برگزیدہ نے دی تھی تب تک غلامی کی موقوفی صرف لفظی موقوفی ہے اور حقیقۃً اس سے وہ اصلاح نہیں ہوئی جو دنیا کی اخلاقی ترقی کیلئے ضروری ہے اسلام ہی کی تعلیم وہ عملی تعلیم ہے۔ جسپر دنیا چل سکتی ہے اور جسپر انسان انسانوں کیلئے مفید اور خدا تعالےٰ کا سچا بندہ بن سکتا ہے۔

تمت

الحمد للہ والمنۃ کہ المصالح العقلیہ جلد اوّل کتابی صورت میں شائع ہوئی اور جلد دوم رسالہ الہادی کی جلد اوّل میں شائع ہوکر ختم ہوئی اور جلد سوم کتاب البوع سے شروع ہوگی۔ جو جمادی الاول ۱۳۴۲ھ جلد دوم الہادی میں شائع ہونی شروع ہوگی۔

یعنی ایک کچے کام میں مال بھی گیا اور آبرو بھی گئی ارے کیا بھلے آدمیوں کی ایسی ہی مدد اور ایسے ہی افعال ہوتے ہیں۔

سالہا اورار و خلعت میبرید   مملکتہا را مسلم مے خورید

یعنی سالہا سال سے تم نے وظیفے اور خلعت لئے جاتے ہو اور سالم ملکوں (کی جاگیروں) کو کھا جاتے ہو۔

از برائے آنکہ در روزے چنین   فہم گرد آرید و گردیدم معین

یعنی اسی لئے تاکہ ایسے دن میں تم سمجھ سے کام لو اور میرے مددگار بنو۔

رائے تان این بود و فرہنگ و نجوم   طبل خوارانید و مکارید و شوم

یعنی کیا تمہاری یہی عقل اور دانائی اور نجوم ہے بس تم طبل خوار ہو اور مکار ہو اور منحوس ہو۔

۸۹

من شمارا بر درم آتش زنم   گوش و بینی ولبان تان بر کنم

یعنی تم کو چیر ڈالونگا اور آگ لگادونگا اور تمہارے کان اور ناک اور لب سب اوکھڑ دادونگا۔

عیش رفتہ بر شما ناخوش کنم   من شمارا ہیزم آتش کنم

یعنی گذشتہ عیش میں تم پر ناخوش کردونگا اور میں تم کو آگ کا ایندھن بنادونگا۔

(سبحان اللہ ذرا سبٹ جانا غصہ آرہا ہے بھلا اوس الوسے کوئی پوچھے کہ ارے نالائق توجو غصہ کر رہا ہے تو بھلا اونکی کیا خطا خدا کے آگے کسی کی چلی ہے جو آج انکی چلتی مگر خدا بچاوے تکبر اور جہل سے کہ اس کمبخت خبیث کو کچھ نہ سوجھتا تھا خیر یہ تو غصہ کر چکا۔

سجدہ کردند و بگفتند اے خدیو   گر یکے کرت زما چربید دیو

یعنی سبنے سجدہ کیا اور سبنے کہا کہ اے سردار اگر ایک مرتبہ ہم پر شیطان غالب آگیا تو کیا ہی اسلیے کہ

سالہا دفع بلاہا کردہ ایم وہم حیران زانچہ ماہا کردہ ایم

یعنی سالہا سال تک ہم نے بلاؤنکو دفع کیا ہے اور جن اشیاء سے کہ وہم حیران تھا ہم نے کی ہیں

فوت شد از ما وحملش شد پدید نطفہ اش جست و رحم اندر خزید

یعنی ہم سے چوک گیا اور اسکا حمل ظاہر ہوگیا اور نطفہ کودا اور رحم کے اندر گھس گیا (تو خیر یہ وقت تو نکل گیا اور چوک گیا)

لیک استغفار این روز ولاد ما نگہداریم اے شاہِ قباد

یعنی لیکن اوسکے تدارک میں اے شاہ قباد ہم روز ولادت کی حفاظت کرینگے۔

روز میلادش رصد بندیم ما تا نگردد فوت و نجہد این قضا

یعنی اوسکی ولادت کے دن ہم رصد بندی کرینگے تاکہ کہیں یہ قضا بھی فوت نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ ہم خوب رصد بندی کرکے ٹھیک وقت پر ایسا انتظام کرینگے کہ یہ حکم قضا نافذ نہ ہوسکے گا تو اوسوقت تک ہم کو مہلت دیجاوے۔

گر نداریم این نگہ مارا بکش اے غلام رائے تو افکار وہش

یعنی اگر ہم اوسکی حفاظت نہ کرسکیں تو ہم کو مار ڈالنا اے وہ شخص کہ تیری رائے کے تمام افکار وہوش غلام ہیں مطلب یہ کہ آپ تو بڑے عاقل ہیں سمجھ لیجئے کہ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہذا معاف فرمائیے ہاں اگر دوسری مرتبہ ہم ناکام رہیں تو بیشک سزائے موت دینا۔

تا بہ نُہ مہ می شمر داور روز تا نہ پرد تیر حکم خصم دوز

یعنی نو ماہ تک وہ ایک ایک دن گنتا تھا تاکہ حکم دشمن دوز کہیں نافذ نہ ہو جاوے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون مکان بر لامکان حملہ برد خون خود ریزد بلا ہا را خرد

یعنی جبکہ ناسوت لاہوت پر حملہ کرے تو اپنا ہی خون گراتا ہے اور بلاؤنکو خریدتا ہے۔ اور قضا حکم لاہوت سے ہے تو اوسکا مقابلہ کرنا گویا کہ لاہوت پر حملہ کرنا ہے توجو ناسوت لاہوت کا مقابلہ کرے اوسکا تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہلاک ناسوت ہوگا آگے خود اوسکی تفسیر فرماتے ہیں کہ۔

بر قضا ہر کو شب خون آورد سرنگون آید ز خون خود خورد

یعنی قضا پر جو کوئی کہ شب خون مارے (یعنی اوسکا مقابلہ کرے) تو وہ سرنگون آویگا۔ اور اپنے خون سے کھاویگا آگے اوسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون زمین با آسمان خصمی کند شورہ گردد سر ز مرگے بر زند ۹۱

یعنی زمین جب آسمان کے ساتھ دشمنی کرے تو وہ شورہ ہو جاویگی اور سر ایک موت سے بھڑا رہی ہے مطلب یہ کہ جو اپنے سے غالب سے مقابلہ کرے وہ آخر ہلاک ہی ہوگا دوسری مثال یہ ہے کہ

نقش با نقاش چون پنجہ زند سبلتان وریش خود را بر کند

یعنی جو نقش کہ نقاش کے ساتھ پنجہ کرے وہ اپنی موچھیں اور ڈاڑہی کو اکھاڑتا ہے مطلب یہ کہ اگر وہ اسکا مقابلہ کرے تو آخر اوسی کا تو مصنوع ہے وہ اوسکو غارت و ہلاک کر دیگا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ حق و قضا کرے وہ بھی بجز اسکے کہ ہلاک ہو اور کیا ہوگا خیر وہ تو جو ہوا گذر گیا۔

اب بعد نو ماہ کے فرعون نے اون عورتوں کو جمع کیا جنکے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں بچے پیدا ہوئے تھے تاکہ سب بچونکو قتل کردے آگے اوسی کو بیان فرماتے ہیں اللہ اکبر دیکھنا یہ ہے کہ اوسنے کیسے کیسے انتظام کئے کہ اس سے زیادہ کوئی انتظام ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر قدرت حق کے آگے آخر کچھہ نہ چلا اور عاجز ہی رہا۔ بس دیکھہ لو وہ کونسی قدرت ہے کہ جس نے اسطرح

عاجز کر دیا ہے سبحانہ و تعالیٰ علوا کبیرا۔ اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

بعد ازین شہ برون آورد تخت
سوئے میدان و برون افگند رخت

بار دیگر شد منادی سوئے شہر
کائے زنان از دہر می یابید بہر

اے زنان با طفلگان میدان روید
تا ز بخششہائے شہ شادان شوید

آنچنانکہ بار مردان را رسید
خلعت و ہر کس از ایشان زر کشید

ہین زنان امروز اقبال شماست
تا بیابد ہر کسے چیزے کہ خواست

ہر زنان را خلعت و زیور دہد
کودکان را ہم کلاہ زر نہد

ہر کہ او این ماہ زائید ست ہین
گنجہا گیرید از شاہ مکین

آن زنان با طفلگان بیرون شدند
شادمان تا خیمہ شہ آمدند

ہر زنے نوزادہ بیرون شد ز شہر
سوئے میدان غافل از دستان قہر

چون زنان جملہ بدو گرد آمدند
ہر چہ بود از نر ز ما در بستدند

۹۲

سر برید ندش کہ انیست احتیاط	تا نہ زاید خصم و نفزاید خباط

نو مہینے کے بعد پھر تخت شاہی میدان میں لایا گیا اور سامان باہر نکالا گیا اور دوسری مرتبہ شہر میں یہ منادی کرائی گئی کہ اے وہ عورتو جنکی قسمت میں زمانہ نے دولت کا ایک بہت بڑا حصہ رکھا ہے تم اپنے چھوٹے بچوں سمیت میدان میں چلو تم کو شاہی عطیوں کے حاصل کرنے سے خوشی ہوگی بادشاہ تم پریوں ہی دولت برسائینگے جسطرح پار سال مردونکو خلعت ملے تھے اور ہر شخص اونمیں سے بہت سا سونا کھینچ لایا تھا دیکھو عورتوں آج تمہاری خوش قسمتی کا دن ہے کہ ہر ایک کو اوسکا مدعا حاصل ہوگا اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دینا آج عورتوکو خلعت فاخرہ اور زیور ملیگا اور بچونکو کلاہ زرین پہنائی جاویگی جنکے اس مہینہ میں بچہ پیدا ہوا ہے وہ چلیں اور بادشاہ سے خزانہ لیں یہ سُنکر عورتیں اپنے اپنے بچونکو لیکر خوش خوش میدان کی جانب روانہ ہوگئیں اور بادشاہ کے خیمہ تک پہنچ گئیں غرض جس جس کے نیا بچہ ہوا تھا انمیں سے ایک بھی شہر میں نہ رہی سب باہر نکلکر میدان کیطرف چلدیں اور کسیکو بھی اس فریب آمیز قہر کا پتہ نہ چلا اور جبکہ وہ سب کی سب اکٹھی ہو جتنے لڑکے تھے سب کو اونکی ماؤں سے لے لیا گیا۔ اور اونکو ذبح کر دیا گیا اور سمجھا گیا کہ اسمیں احتیاط ہے ایسا کرنے سے دشمن پیدا نہ ہوگا اور خرابی نہ پڑیگی۔

۹۲

شرح شبیری

فرعون کا میدان کیطرف بنی اسرائیل کی اون عورتوں کو مکر سے بُلانا جو کہ زائیدہ تھیں

بعد نُہ مہ شہ برون آورد تخت	سوئے میدان و منادی کرد سخت

یعنی نو ماہ بعد بادشاہ نے میدان کیطرف تخت (پھر) نکالا اور بہت سخت منادی کی۔

بار دیگر شد منادی سوئے شہر | کاے زنان از دہر می یابید بہر

یعنی دوسری مرتبہ پھر شہر میں منادی ہوئی کہ اے عورتو تم زمانہ سے حصہ حاصل کرو یعنی تم بھی اس مرتبہ انعام لو۔

اے زنان با طفلگان میدان روید | تا ز داد و بخششم شادان شوید

یعنی (اوسنے یہ منادی کرائی کہ) اے عورتو بچوں سمیت میدان مین جاؤ تاکہ میری بخشش اور انصاف سے خوش ہو۔

آن چنان کہ پار مردان را رسید | خلعت و ہر کس از ایشان زر کشید

یعنی جیسے کہ پار سال مردونکو خلعتین ملی تھیں اور ہر ایک نے اونمین سے روپیہ کھینچا تھا۔ ۹۴

ہین زنان امسال اقبال شماست | تا بیابد ہر کسے چیزے کہ خواست

یعنی اری عورتو اب کے سال تمہارا اقبال ہے تاکہ ہر کوئی وہ پائے جو وہ چاہے۔

مر زنان را خلعت و حلیت دہند | کودکان را ہم کلاہ زر نہند

یعنی عورتونکو جوڑے اور زیور دینگے اور بچونکو سنہری ٹوپیان سر پر رکھیں گے۔

ہر کہ او این ماہ زائیدست ہین | گنجہا گیر د ز من بے شک یقین

یعنی جو عورت کہ اس مہینے میں جنی ہے ارے وہ تو مجھ سے بشک و یقیناً خزانہ کے خزانہ لیلے گی

آن زنان با طفلگان بیرون شدند | شادمان تا خیمۂ شہ آورند

یعنی وہ عورتیں معہ بچوں کے باہر گئیں اور خوش خوش خیمہ شاہ تک آپہونچیں۔

ہر زنے نو زادہ بیرون شد ز شہر سوئے میدان غافل از دستان قہر

یعنی ہر عورت نوزائیدہ شہر سے باہر میدان کیطرف چلی گئی دران حالیکہ وہ قہر کے ہاتھوں سے غافل تھیں۔

چون زنان جملہ بدو گرد آمدند ہر چہ بود آن نر ز مادر بستدند

یعنی جب عورتیں سب اوسکے گرد جمع ہوگئیں (تو اوس خبیث نے یہ کہا کہ) جو جو لڑکے تھے اونکو ماؤں سے لے لیا (اور پھر اوس سنگدل بیرحم خبیث پاجی نے یہ کیا کہ)

سر بریدندش کہ اینست احتیاط تا نہ زاید خصم نفزاید خباط

۹۵

یعنی اون سب کے سر کاٹ دئے اور کہا کہ یہ احتیاط ہے تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور گڑبڑ نہ بڑی مطلب یہ کہ حالت تو مقتضی صرف اسکو تھی کہ وہ بچے جو بالکل تازے پیدا ہوے ہون اُنکو مارا جاوے مگر احتیاط اسکو مقتضی ہے کہ پہلے بچونکو بھی قتل کیا جاوے لہذا اوس کمبخت نے سب کو قتل کر دیا نعوذ باللہ منہ۔

شرح حبیبی

چون زن عمران کہ موسیٰ زادہ بود	دامن اندر چید زان آشوب زود
بعد ازان دستان کہ آن سگ با زنان	کرد دیگر بین چہ آورد آن زمان
آن زنان قابلہ در خانہا	بہر جاسوسی فرستاد آن دغا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست ❊ نامدا و میدان کہ در وہم و شکیست

اندرین کوچہ یکے زیبا زنیست ❊ کودکے دارد ولیکن پرفنے ست

چون عوانان آمدند آن طفل را ❊ در تنور انداخت از امر خدا

امر آمد سوئے زن از دادگر ❊ کہ ز نسل آن خلیل است این پسر

در تنور انداز موسیٰ را تو زود ❊ تا نگہدارمیش از ہر نار و دود

۹۶ عصمت یا نار کونی باردا ❊ لاتکون النار حراً شاردا

زن بوحی انداخت او را در شرر ❊ بر تن موسیٰ نکرد آتش اثر

پس عوانان خانہ را جستند زود ❊ ہیچ طفلے اندر آن خانہ نبود

پس عوانان بے مراد آنسو شدند ❊ باز غمازان کزان واقف بدند

با عوانان ماجرا برداشتند ❊ پیش فرعون از برائے دانگ چند

کاسے عوانان باز گردید آنطرف ❊ نیک نیکو بنگرید اندر غرف

جبرئیل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم رواہ ابو موسی المدینی فی
کتاب فضائل اللیالی والایام من روایۃ
شہر بن حوشب عنہ **ف** ان اخذ
نصف ہذہ الشہور ثلثین و
النصف تسعا وعشرین کان
عدد اضعاف الصوم الفا و
سبعمائۃ وسبعین ولا عجب ان
یکون ہذا اصلا لما
اشتہر بین عوام العباد و
العبّاد انہ یعدل الفا ویلقبونہ
بہزاری روزہ ولعلہم حذفوا الکسر
تسہیلا واما نفی الاصل فی بعض رسائلی
فقبل العثور علی ہذا الاثر ان ثبت سندہ ولا علم لی بہ

الحدیث حدیث انس
اذا سلم یوم الجمعۃ سلمت
الایام واذا سلم شہر رمضان
سلمت السنۃ تقدم فی
الباب الخامس من الصلوۃ
ذکر یوم الجمعۃ فقط وقد
رواہ بجملتہ ابن حبان

اور وہ وہ دن ہے جمیں جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر نازل ہوئے (کوئی خاص ہبوط مراد ہے
شلاً معراج کے لیے) روایت کیا اسکو ابو موسی مدینی
نے کتاب فضائل اللیالی والایام میں شہر بن حوشب کی
روایت سے وہ ابوہریرہ سے **ف** اگر یہ مہینے آدھے تیس
کے لیے جاویں اور آدھے اونتیس کے تو ان روزوں
کی تعداد سات سو ستر ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ یہ اصل ہو
اوسکی جو عام لوگوں میں اور عام عابدین میں مشہور
ہے کہ یہ روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے اور اسکا
لقب ہزاری روزہ رکھتے ہیں اور شاید اونہوں نے
کسر کو سہولت کیلئے حذف کر دیا ہو اور میں نے
جو اپنے بعض رسائل میں اسکی نفی کی ہے تو وہ اس
اثر پر مطلع ہونے کے قبل ہے بشرطیکہ یہ اثر سند کی
رو سے ثابت ہو اور مجکو سند کا علم نہیں۔

حدیث انس رضی کی حدیث جب جمعہ کا دن (معاصی
سے) محفوظ رہے (ہفتہ کے) تمام ایام محفوظ
رہتے ہیں اور جب رمضان کا مہینہ محفوظ رہے
تمام سال محفوظ رہتا ہے باب صلوۃ کے باب
خامس ذکر یوم جمعہ میں یہ حدیث گذر چکی ہے
اسکو بتمامہ ابن حبان نے ضعفاء میں اور ابو نعیم
نے حلیہ میں حضرت عائشہ کی حدیث سے

اصل الصوم الملقب ہزاری روزہ
اصل ہزاری روزہ
۸۵

فی الضعفاء وابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث عائشۃ وهو ضعیف **ف** فیه دلالۃ علی ما قاله بعض اهل الطریق من ان لعبادۃ رمضان دخلا فی السنۃ کلها عبادۃ وتقوی

روایت کیا ہے اور یہ ضعیف ہے **ف** اِس حدیث میں دلیل ہے اوس قول کی جسکو بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ رمضان کی عبادت کو پورے سال کی عبادت وتقوے میں دخل ہے (یعنی اگر رمضان میں کوشش کرکے عبادت کرے تو سال بہر تک عبادت سہل ہو جاتی ہے)

(اثر عبادۃ رمضان علی سائر السنۃ)
تاثیر عبادت رمضان در تمام سال

الحدیث اذا احب الله عبدا ابتلاه حتی یسمع تضرعه ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس اذا احب الله عبدا صب علیه البلاء صبا الحدیث وفیه دعه فانی احب ان اسمع صوته وللطبرانی من حدیث ابی امامۃ ان الله یقول للملائکۃ انطلقوا الی عبدی فصبوا

حدیث جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اوسکو کسی تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ اوسکی عجز وزاری کو سنیں۔ روایت کیا اسکو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس کی حدیث سے اِس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اوسپر بلا کی بارش کرتے ہیں اور اوسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں اسکو اسی حالت میں رہنے دیا جائے کیونکہ میں اسکی آواز سننا چاہتا ہوں اور طبرانی کے نزدیک ابو امامہ کی حدیث سے یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے بندہ کی طرف جاؤ اور اوسپر بلا خوب برساؤ اور اوسمیں یہ بھی ہے کہ میں اوسکی آواز سننا چاہتا ہوں اور ان دونوں روایتوں کی سند ضعیف ہے

۴۶

علیہ البلاء الحدیث وفیہ فانی احب ان اسمع صوتہ وسندھا ضعیف **ف** ہذہ مجاہدۃ اضراریۃ وفیہ حکمتہ **الحدیث** ما اصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ دت من حدیث ابی بکر وقال غریب ولیس اسنادہ بالقوی **ف** فیہ فضل الاستغفار وعدم الاستحقار للعاصی التائب حالا واحتمالا **الحدیث** لا تکابدوا اللیل ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس بسند ضعیف وفی جامع

ف یہ مجاہدہ اضطراریہ (کہلاتا) ہے اور اسمیں اوس شکایت کی حکمت بھی مذکور ہے جو بزرگوں سے منقول ہے یعنی حضرات مقبولین جو ظاہراً کبھی اظہار تکلیف کا کردیتے ہیں گو صورۃً شکایت ہے مگر معنیً اظہار تضرع ہے یہ سمجھکر کہ حق تعالی کو یہ محبوب ہے ٭

حدیث اصرار کرنے والا نہیں ہے جس شخص نے استغفار کرلیا اگرچہ دن بہر میں ستر مرتبہ (معصیت کی طرف) عود کرے روایت کیا اسکو ابوداؤد و ترمذی نے ابوبکر کی حدیث سے اور ترمذی نے اسکو غریب کہا اور اسکی اسناد قوی نہیں ہے

ف اس حدیث میں استغفار کی فضیلت ہے اور یہ بھی ہے کہ کسی عاصی کو جو کہ توبہ کرچکا ہو یا اوس کے توبہ کرلینے کا احتمال ہو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے (خلاصہ یہ کہ تائب ذم اصرار سے بری ہے اور ہر عاصی میں احتمال تائب ہونیکا ہے اور مدار ذم کا اصرار ہی تہا پہر کیا حق رہا لوم و استحقار کا اسی لیئے اہل اللہ کسیکو حقیر نہیں سمجھتے)

حدیث شب کی مشقت مت جہیلو روایت کیا اسکو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث انس سے سند ضعیف کے ساتہہ اور جامع سفیان میں ابن مسعود پر موقوف کرکے اس طرح ہے کہ اس شب

سفیان الثوری موقوفا
علی ابن مسعود لا تغالبوا
هذا الليل

الحديث تكلفوا من
العمل ما تطيقون
فان الله لا يمل حتى تملوا
متفق عليه من
حديث عائشة
بلفظ اكلفوا

ایضاً کالسابق
ایضاً خ ص ۱۰

الحديث
خير الدين اليسرة
احمد من حديث
محجن بن الادرع

ایضاً کالسابق
ایضاً خ ص ۱۰

الحديث
لن يشاد
هذا الدين
احد الا غلبه
فسددوا وقاربوا
خ عن
حديث
ابي هريرة

ایضاً کالسابق
ایضاً خ ص ۱۰

غالب آنیکا اہتمام مت کرو (یعنی اس فکر میں مت پڑو
کہ ہم تمام شب بیداری میں گذاریں اور نیند سے مغلوب
ہو کر کسی حصہ میں نہ سوئیں)

حدیث عمل میں اوتنا ہی بار اوٹھاؤ جسقدر کہ
طاقت رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ (جزا دینے سے) نہیں
اوکتاتے یہانتک کہ تم ہی (عمل کرنے سے) اوکتا
جاؤگے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے حضرت
عائشہ رض کی حدیث سے اور اوسمیں تکلفوا کی جگہ اکلفوا ہے
(اوس کے بھی وہی معنے ہیں)

حدیث سب سے اچھا دین (کا کام) وہ ہے
جو آسان ہو روایت کیا اسکو احمد نے محجن بن ادرع
کی حدیث سے (مطلب یہ کہ قصداً ایسی مشقت میں
مت پڑو جو مطلوب نہ ہو)

حدیث کوئی ایسا شخص نہیں جو (اعمال میں)
شدت کرکے دین پر غالب ہونا چاہیے (یعنی اسکی
کوشش کرے کہ دین کا کوئی عمل کسی درجہ کا مجھ سے
فوت نہونے پائے) مگر دین ہی اوسپر غالب رہیگا
(یعنی وہ اس طرح دین پر محیط نہو سکیگا) پس طریق
اعتدال پر چلو جو کہ افراط و تفریط کے درمیان
ہو) اور اگر اعتدال حقیقی سے عاجز ہو تو اوس سے
قریب قریب رہو (کذا فی حاشیۃ البخاری عن ط)

(باقی آئندہ)

کہ وہاں فلاں شے خوبصورت ہے تو سفر کرکے اُسے دیکھنے جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ انہیں
معلوم ہوا کہ جے پور میں کوئی تصویر بہت حسین ہے بس وہ اسے دیکھنے کیلئے جے پور روانہ
ہوگئے اور جاکر اسے دیکھہ آئے حالانکہ یہ سفر بہت لمبا ہے۔ بالخصوص اوس زمانہ کے
لحاظ سے اسیطرح اونکو معلوم ہوا کہ لکھنوسے بہت دُور مقام پر کسی کے یہاں ہانسی حصار
سے کوئی اونٹنی آئی ہے جو بہت خوبصورت ہے یہ سُنکر اوس اونٹنی کو دیکھنے روانہ ہوگئے
اور وہاں پہونچکر اوس اونٹنی کو دیکھا اور اسکی گردن میں ہاتھ ڈالکر اوسکا سر جھکایا اور اوسکی
پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا کہ کہاں ظہور فرمایا ہے غرض یہ اونکی حالت تھی اب سُنو کہ لکھنو کے
اطراف میں ایک مقام پر ایک عالم رہتے تھے وہ ایک لڑکے پر عاشق تھے اور اوسکو بہت
محبت سے پڑھاتے تھے جب والد صاحب کو اوسکے حُسن کا قصہ معلوم ہوا تو وہ حسب عادت
اوسے دیکھنے کے لئے چلدیئے جس مسجد میں وہ عالم رہتے تھے اوسکے جنوب میں ایک سہ دری
تھی اور اوس سہ دری کے اندر جانب غروب ایک کوٹھری تھی اور اوس کوٹھری کے آگے شمالاً وجنوباً ایک چارپائی
بچھی ہوئی تھی جسوقت والد صاحب پہنچے ہیں تو اسوقت لڑکا کوٹھری کے اندر تھا اور وہ عالم اوس چارپائی سے کمر لگائے ہوئے
اور کوٹھری کی طرف پشت کئے ہوئے بیٹھے تھے والد صاحب اسباب رکھکر ان عالم سے
مصافحہ کرنے گئے جب یہ سہ دری میں پہونچے ہیں تو وہ لڑکا ان کو دیکھکر کوٹھری میں سے نکلا
والد صاحب نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے تھے کہ اونکی نظر اوس لڑکے پر پڑگئی بس مصافحہ تو
رہ گیا اور والد صاحب اوس لڑکے کو دیکھنے میں مستغرق ہوگئے ان عالم نے جب یہ دیکھا کہ
یہ مصافحہ کرنا چاہتے تھے مگر مصافحہ نہیں کرسکے تو انھوں نے منہ پھیر کر اپنے پیچھے دیکھا تو اونکو
معلوم ہوا کہ لڑکا کھڑا ہے اور یہ اوسکے دیکھنے میں مصروف ہیں جب انکو معلوم ہوا کہ یہ حضرت بھی
ہمارے ہمرنگ کے معلوم ہوتے ہیں تو انھوں نے اوس لڑکے کو آواز دی اور کہا کہ ان صاحب سے
مصافحہ کرو وہ لڑکا آیا اور اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اوسوقت ان عالم صاحب نے
یہ شعر پڑھا ؎ این ست کہ خون خوردہ و دل بردہ بسے را ٭ بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را ٭
یہ قصہ تو ختم ہوا اب جواب سُنو میری آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اتنی قوت دے کہ میں
مرزا حسن علی محدث کو اور اپنے باپ کو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو اور فلاں فلاں کو قبروں میں سے

۳۳

زندہ کرکے لاؤں اور اونکو مولانا کی تقریر سنواؤں اور اس شعر کو یوں پڑھوں ؎

انیست کہ خون خوردہ و دل بردہ بسے را ❊ بسم اللہ اگر تاب سخن ہست کسے را

حاشیہ حکایت (۲۷) قولہ خدا کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا الخ **اقول**

غالبًا یہ اشارہ ہے لا مبدل لکلماتہ کی طرف اور مولانا نے جو جواب ارشاد فرمایا ہو چونکہ وہ اس قصہ میں مذکور نہیں اسلئے ضرورت ہوئی کہ اسکا سہل جواب بھی عرض کردیا جاوے وہ جواب یہ ہے کہ یہاں کلمات سے مراد خاص قرآن مجید ہے بقرینہ شروع آیت وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا اور اسکی عدم تبدیل کا سبب دوسری آیت میں ہے وانا لہ لحافظون اور کلمات سے مراد کلام ہے جیسا حدیث میں ہے اصدق ما قال الشاعر کلمۃ لبید ای کلام لبید **قولہ** کوئی تصویر الخ **اقول** مغلوبین معذور ہیں **قولہ** کہاں ٹھہو. فرمایا ہے **اقول** دوسرے کو ایسا کہنا تقلیدًا جائز نہیں ؎ لقمہ و نکتہ ہست کامل را حلال ❊ تو نہ کامل مخور می باش لال **قولہ** ایک لڑکے پر عاشق تھے **اقول** دوسرے کو ایسا کرنا جائز نہیں ؎ کار پاکان را قیاس از خود مگیر ❊ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر **قولہ** دیکھنے میں مصروف ہیں **اقول** اوپر گذر چکا ہے کہ ہر خوبصورت شے کے دیکھنے کو سفر کرتے تھے حتی کہ سفر کرکے اونٹنی کو دیکھنے گئے یہ صاف دلیل ہے کہ اونکی نظر شہوانی نہ تھی (**شت**)

(۲۸) خانصاحب نے فرمایا. کہ یہ بات میں نے اپنے کسی بزرگ سے نہیں سُنی مگر حکیم عبد السلام صاحب فرماتے تھے کہ میرے عقیقہ مین سید صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب و مولوی عبد الحی صاحب بھی شریک تھے مولوی عبد الحی صاحب نے وعظ فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ تعالے اپنے نیک بندون کے اوقات مین بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز مین نہیں ہو سکتا وہ اسکو چند گھنٹوں مین کرلیتے ہین چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کرلیتے ہین اور یہ مضمون اس انداز سے بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کرلیتے ہیں اس بنا پر لوگ مولوی اسمٰعیل صاحب کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرا دیجئے چنانچہ گومتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے اور مولانا نے ہزاروں آدمیون کے مجمع میں عصر سے

۴۴

مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا یہ قصہ بیان فرما کر خانصاحب نے فرمایا کہ میرے زمانہ میں سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب کے دیکھنے والوں میں سے کوئی شخص زندہ نہیں تھا جس سے میں اس واقعہ کی تصدیق کرتا مولوی عبدالقیوم صاحب بیشک زندہ تھے اور اس عاجز پر عنایت بھی بیحد کرتے تھے مگر ان سے اسکی تصدیق کا موقع نہیں ملا مگر مولوی محمود پھلتی نے اس قصہ کو سُنکر اسکی تصدیق کی۔

حاشیہ حکایت (۲۸) **قولہ** میرے عقیقہ میں سید صاحب الخ **اقول** خاص عقیقہ کا وقت مراد ہونا لازم نہیں دعوت کا وقت مراد ہونا ممکن ہے **قولہ** قرآن شریف ختم کر دیا **اقول** اس کرامت کا اختیاری ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ اوسوقت ماذون ہوں (تشت)

(۲۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی محمد منیر صاحب اور حضرت مولانا نانوتوی یہ تینوں ایک سال کی پیدائش تھے اور مولانا نانوتوی سب سے بڑے تھے ان سے چھوٹے مولوی محمد منیر صاحب اور سب سے چھوٹے مولانا یعقوب صاحب تھے۔ یہ بیان فرما کر فرمایا۔ کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے کہ وہ مولانا سے بہت بے تکلفی کیساتھ باتیں کرتے تھے ایک مولوی محمد منیر صاحب دوسرے مولوی امیر الدین صاحب جو حال کے امام جامع مسجد دہلی کے چچا تھے۔ مولوی محمد منیر صاحب تو صرف قاسم ہی کہکر خطاب کرتے تھے مگر مولوی امیر الدین صاحب تو ابے تبے سے گفتگو کرتے تھے ایک مرتبہ مولوی امیر الدین صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ مولانا کے ساتھ اسقدر گستاخی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں کچھ تو خیال کیا کیجئے تو مولوی امیر الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ میں کیا کروں اگر میں اس انداز سے گفتگو نہیں کرتا اور ادب سے کام لیتا ہوں تو بولنا چھوڑ دیتا ہے۔ اسلئے میں ادب پر اسکی خوشی کو ترجیح دیتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۲۹) **قولہ** ادب پر اسکی خوشی کو **اقول** ؎ چون طمع خواہد زمن سلطان دین * خاک بر فرق قناعت بعد ازین ؎ در دون کعبہ رسم قبلہ نیست * چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست * اور کیا ٹھکانا ہے اتباع رضا کا کہ غیبت میں بھی وہی عنوان پسندیدہ محبوب اختیار کیا (تشت)

(۳۰) خانصاحب نے فرمایا کہ ان ہی مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا کی طلبی آئی اور پانسو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کی میں نے کہا ابے قاسم تو چلا کیوں نہیں جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھکر بلاتے ہیں اور اسی بنا پر وہ پانسو روپیہ دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔ پھر کس بنا پر جاؤں میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا۔

حاشیہ حکایت (۳۰) قولہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں **اقول** پہلا جملہ کمال معرفت کی اور دوسرا جملہ کمال تقوی کی کہ جب بنا ء خدمت متحقق نہ ہو تو خدمت کو قبول نہ کیا جاوے صریح دلیل ہے سبحان اللہ یہ ہو علم و عمل (**ش**ت)

(۳۱) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی محمد یحیی صاحب کاندہلوی فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی یحیی احمد رضا خان بدعتی میرا رد کرتا ہے ذرا اوسکی تصنیف ہمیں بھی تو سنادو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا حضرت نے فرمایا کیوں میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت اون میں تو گالیاں ہیں حضرت نے فرمایا کہ اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی (یعنی بلا سے) گالیاں ہوں تم سناؤ آخر اوسکے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔

حاشیہ حکایت (۳۱) قولہ ہم ہی رجوع کریں **اقول** اللہ اکبر یہ ہے حق پرستی کہ اُسکے طلب و اتباع کے غلبہ میں دشمن کی بیہودگی سے بھی متاثر و متغیر نہ ہوں۔ **قولہ** مجھسے تو نہیں ہو سکتا **اقول** ہو کقول علیؓ لا امحوک (**ش**ت)

(۳۲) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب وزیر الدولہ پر غدر میں الزام لگایا گیا تھا کہ انھوں نے بھی شاہ دہلی کے یہاں درخواست بھیجی تھی کہ جو کام میرے لایق ہو مجھے سپرد کیا جاوے۔ میں خدمت کے لئے حاضر ہوں ابھی صفائی نہ ہوئی تھی کہ آگرہ میں وایسرائے کا دربار ہوا جس میں والیان ریاست و رؤسا مدعو تھے۔ اور مقصود اس سے والیان ریاست و رؤسا کا امتحان تہا۔ اتفاق سے وہ دن جمعہ کا تھا۔ نواب وزیر الدولہ اسی پر جم گئے کہ میں جمعہ چھوڑ کر دربار میں نہ جاؤنگا جب یہ خبر نواب یوسف علی خاں والی رامپور اور سکندر بیگم والیہ بھوپال کو ہوئی تو یہ دونوں آئے اور آ کر سمجھایا کہ آپ مسافر ہیں اور مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ پھر آپ پر الزام بھی قائم ہے۔

(باقی آئندہ)

۳۶

عرض مدیر

اللہ اللہ ایک وہ دن تھا کہ الہادی کا اجرا ایک خیالی منصوبہ تھا ایک آج کا دن ہے کہ وہ عملی جامہ پہنکر اپنی عمر کا ایک سال نہایت شاندار کامیابی کیساتھ توقع سے کہیں زائد ترقی کیساتھ تمام کرکے دوسرے سال میں قدم رکھنے والا ہے۔ ایک وہ دن تھا کہ احقر پانسو خریدار کی درخواست کو اپنی ایک محض تمنا اور آرزو سمجھتا تھا۔ ایک آج کا مبارک دن ہے کہ ایک ہی سال میں اوسکی خریداری چارسو کے قریب پہونچگئی اور اب وہ آرزو امید بنگئی۔ برادران سلسلہ نے اسکی عزت افزائی فرماکر جسقدر احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی وہ اس تھوڑے سے زمانہ میں اسقدر تعداد ہوجانیسے ظاہر ہے حق تعالے جل جلالہ وعم نوالہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ آپکے قابل قدر رسالہ الہادی کا پہلا سال ختم ہوگیا اور دوسرے سال میں قدم رکھنے والا ہے۔ میں الہادی کے معاونین کا جسقدر شکریہ ادا کروں وہ اونکی سعی وجانفشانی کے مقابلہ میں کم ہے میری دلی آرزو تھی کہ اون حضرات کے اسمارگرامی خاص طور سے احسان مندی کے ساتھ الہادی میں شایع کروں جنکے خاص احسان سے الہادی کبھی بھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ لیکن جن مخلصین نے اسکی سعی اخلاص محض کی بنا پر فرمائی اونکے لئے یہ میرا طرز شکریہ بجائے مسرت کے ناگواری کا باعث تھا اسلئے اس اجمالی شکریہ پر اکتفا کرتے ہوئے اتنی درخواست کرتا ہون کہ آپ کا پرچہ ابھی اوس مقدار تک نہیں پہنچا کہ جسکے بعد اسکی بقاونمو کیطرف سے بیفکری ہوجاوے۔ مجھے آپ حضرات کے الطاف اور مجھ جیسے ناکارہ کے حال پر خاص عنایات کی بناپر آپسے خصوص توقع ہے کہ آپ حضرات اپنی سعی مشکور میں ایسی اور رہنمائی فرمائینگے۔ میں اس مختصر تحریر میں اپنے ان مخلص اہل خیر کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تنگدست قدردانوں کی ضرورت اور علم دوست ناداروں کے اشتیاق کو محسوس فرماکر الہادی کے متعدد پرچے خرید کر احقر کے پاس اسلئے چھوڑ دیئے کہ وہ ان دلدادگان علوم کی مفت نذر کردے۔

اس مختصر شکریہ کے بعد میری ناچیز لیکن نہایت اشد ضروری درخواست آپ حضرات کی خدمت میں ہے کہ الہادی کا سال اول ختم ہوگیا اور سال دوم کا پہلا پرچہ جمادی الاول میں پہونچیگا۔

الہادی اپنی اون خصوصیات کیوجہ سے جو نہایت کم کسی پرچہ میں ملتی ہیں اسکا محتاج نہیں

کہ اوسکی بقا کی منظوری کراؤں اسلئے کہ الہادی کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسکے اکثر مضامین حضرت حکیم الامۃ
محی السنۃ آقائی مرشدی حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے املول ہوتے ہیں
مضامین کی اہمیت اور اونکے ضروری ہونیکے لئے مولانا کیطرف انتساب کے بعد پھر کسی اور چیز کی ضرورت
نہیں رہتی۔ الہادی کی دوسری خصوصیت جو عامہ رسالوں میں مفقود ہوتی ہے یہ ہے کہ تمام سال میں کوئی پرچہ
بھی ایسا نہیں جسمیں ایک تاریخ کا بھی تخلف ہوا ہو۔ البتہ اگر ڈاکخانہ ہی کی اتوار وغیرہ کی وجہ سے تعطیل ہوگئی ہو
تو امر آخیرہ ہے کہ بجائے تین تاریخ کے چار کو روانہ ہوا ورنہ ہر ماہ کی تیسری تاریخ کو رسالہ دہلی کے ڈاکخانہ میں پہنچ جاتا ہے تیسرا
خاص لطف الہادی میں یہ ہے کہ اسکے مضامین ماہانہ متفرق جدید مضامین ہوتے ہیں بعد پھر اس سے مستقل رسالہ بنجاتے ہیں چنانچہ
المصالح العقلیہ کا حصہ دوم ختم ہوگیا اور اس رسالہ میں اوسکا ٹائیٹل بھی ارسال خدمت ہے تاکہ جو لوگ مستقل رسالہ
بنانا چاہیں وہ سب رسالوں سے یہ مضمون نکالکر ایک مستقل رسالہ علیحدہ بنالیں۔ غرض میرا مقصود الہادی کی خصوصیات گنوانا
نہیں وہ سکو ناظرین نے خود ملاحظہ فرمالیا اسوقت مخصوص امر یہ ہے کہ اسکا سال اول تمام ہوچکا اگر کسی صاحب کو سال آئندہ سے
اوسکی خریداری منظور نہ ہو تو بواپسی دفتر کو مطلع فرمادیں ورنہ سکوتی صورت میں آئندہ رسالہ وی۔ پی ارسال ہوگا
آخر میں ایک ضروری بات لکھکر اس مختصر تحریر کو ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال صرف اشتراک نامی کی
وجہ سے یہ ہوگیا ہے کہ الہادی میں مطبوعہ رسائل طبع ہوتے ہیں یہ خیال اسقدر مضحکہ خیز ہے کہ کسی سمجھدار کو پیدا ہونا ہی
نہیں چاہیئے اسلئے کہ مطبوعہ رسائل کا پرچہ میں شائع کرنا خود اپنی طرف سے اوس پرچہ کی وقعت گرا دینا ہے مجھے جہانتک
خیال ہے صرف اشتباہ نامی کیوجہ سے یہ واہمہ پیدا ہوا۔ المصالح العقلیہ کا حصہ اول علیحدہ کتابی صورت میں طبع ہوکر
ایک عرصہ سے فروخت ہورہا ہے لیکن اوسکے باقی حصص ابھی تک کہیں بھی طبع نہیں ہوئے۔ فالحمد للہ کہ آپکے پرچہ
الہادی میں امسال اسکا دوسرا حصہ بھی طبع ہوکر تمام ہوگیا۔ اب دوسرے سال سے انشاء اللہ حصہ سوم
کا اجرا ہوگا۔ ایسے ہی کلید مثنوی کا تیسرا دفتر الہادی میں طبع ہورہا ہے جو پہلے کہیں بھی طبع نہیں ہوا
اگرچہ اسکے بھی بعض دفتر علیحدہ طبع ہوچکے ہیں اسکے علاوہ ترغیب ترہیب کا ترجمہ اور امیر الروایات
التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف یہ مضامین بالکل ہی جدید ہیں جنکا کوئی بھی جز کبھی علیحدہ طبع
نہیں ہوا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ؁

(مدیر)